بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

تاریخ

8

Web version of PCTB
Not for sale

یکساں قومی نصاب 2022ء کے مطابق

ایک قوم، ایک نصاب

پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور

یہ کتاب یکساں قومی نصاب 2022ء کے مطابق اور بورڈ کی منظور کردہ ہے۔

جملہ حقوق بحق پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور محفوظ ہیں۔

اس کتاب کا کوئی حصّہ نقل یا ترجمہ نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اسے ٹیسٹ پیپرز، گائیڈ بکس، خلاصہ جات، نوٹس یا امدادی کتب کی تیاری میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔

فہرست عنوانات

نمبر شمار	باب کا عنوان	صفحہ نمبر
-1	برِّصغیر میں انگریزوں کی آمد	01
-2	برصغیر میں اصلاحی تحریکیں	14
-3	جنگ عظیم اوّل اور دوم	22
-4	برصغیر میں سیاسی بیداری	35
-5	پاکستان ایک نوزائیدہ مملکت 1947ء سے تا حال	61

مصنّفہ
ڈاکٹر صائمہ ناز اسسٹنٹ پروفیسر، ہسٹری ڈیپارٹمنٹ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

مترجمین
محمد اصغر — گورنمنٹ گریجوایٹ کالج، قصور
آسیہ ادریس — گورنمنٹ گرلز ہائی سکول، تالاب والا، چونیاں

اراکینِ ریویو کمیٹی
◎ پروفیسر ڈاکٹر سلمٰی ناز (MUL) ◎ مبرّا ریاض ◎ پروفیسر خلیل احمد

اراکین قومی جائزہ کمیٹی
◎ پروفیسر محمد یوسف جاوید ◎ پروفیسر رحمان اللہ چودھری ◎ ڈاکٹر عدنان طارق ◎ ملک محمد شریف ◎ محسن طفیل (QAED)
◎ پروفیسر محمد منیر بھٹی ◎ محترمہ نسرین ◎ پروفیسر شہزاد اقبال ◎ پروفیسر محمد جبار ◎ محمد عباس (QAED)
◎ پروفیسر محمد اکرم سیال ◎ پروفیسر زرقا بشیر ◎ رانا محمد اسلام (PEC) ◎ محمد طیب (PEC)

ڈائریکٹر (کریکولم): ◎ عامر ریاض
ڈپٹی ڈائریکٹر (مسوّدات) ◎ مہر صفدر ولید
ڈپٹی ڈائریکٹر (گرافکس) ◎ عائشہ صادق

نگران طباعت ◎ مہر صفدر ولید ◎ محمد شہزاد ہاشمی ◎ شمس الرحمان
لے آؤٹ ◎ منال طارق
کمپوزنگ ◎ عرفان شاہد

تجرباتی ایڈیشن

1

برِّصغیر میں انگریزوں کی آمد
(Arrival of the British in the Subcontinent)

حاصلاتِ تعلم (Student's Learning Outcomes)

علم (Knowledge)

اس باب کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- جنگِ بکسر اور جنگِ پلاسی بیان کر سکیں۔
- مدراس میں حیدر علی کی کامیابی اور انگریزوں کی شکست بیان کر سکیں۔
- حیدر علی کی کڈلور میں فتح بیان کر سکیں۔
- جنگِ پلاسی میں میر جعفر کا کردار بیان کر سکیں۔
- ٹیپو سلطان کے دور میں ہونے والی اہم پیش رفتوں کے بارے بیان کر سکیں۔
- ہندوستان میں برطانوی اقتدار قائم کرنے میں مراٹھوں اور نظام حیدر آباد کا کردار بیان کر سکیں۔
- ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے قیام میں مغل دربار کے "فرمان" کی اہمیت بیان کر سکیں۔
- لارڈ ڈلہوزی کے اصولِ الحاق کی پالیسی 1852ء کے مندرجات اور اس کے ہندوستان پر اثرات بیان کر سکیں۔
- 1857ء کی جنگِ آزادی کے پس منظر میں وجوہات بیان کر سکیں۔

مہارتیں (Skills)

اس باب کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- ایسٹ انڈیا کمپنی کے دور میں جنگِ پلاسی، بکسر، ٹیپو سلطان کی موت سے لے کر جنگِ آزادی تک کے واقعات کے وقت کی شناخت کے لیے ٹائم لائن استعمال کر سکیں۔
- ہندوستان میں برطانوی اقتدار کے عروج کا باعث بننے والے واقعات کی ترتیب ظاہر کرنے کے لیے آرگینو گرام کا استعمال کر سکیں۔
- ہندوستان میں انگریزوں کے عروج پر دستیاب کتابیں، انٹرنیٹ سے معلومات اکٹھی کر سکیں۔
- یہ کھوج لگا سکیں کہ برطانوی ہندوستان کیوں آئے۔
- جنگِ پلاسی کی وجوہات تلاش کر سکیں۔
- بکسر کی جنگ کی وجوہات کا تجزیہ کر سکیں۔
- پلاسی اور بکسر کی جنگوں میں مماثلت اور فرق بیان کر سکیں۔
- پلاسی اور بکسر کے نتائج کا تجزیہ کر سکیں۔
- کھوج لگا سکیں کہ انگریز کس طرح حیدر علی اور ٹیپو سلطان کو شکست دینے میں کامیاب ہوئے۔
- ملکہ وکٹوریہ کے اعلان کردہ ایکٹ 1858ء کے نتائج دریافت کر سکیں۔
- 1857ء کی جنگِ آزادی کے واقعات اور اثرات کا تجزیہ کر سکیں۔
- آج کے ترقی پذیر ممالک کے حالات کا موازنہ کر سکیں جن حالات میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے لیے مغل دربار سے فرمان جاری ہوا۔
- اصولِ الحاق کی پالیسی کے برصغیر پر دور رس اور قلیل المدتی اثرات کا تجزیہ کر سکیں۔

Web version of PCTB
Not for Sale

انگریزوں کی ہندوستان آمد سے پہلے عرب تاجر، تجارت کی غرض سے ہندوستان آیا کرتے۔ وہ ہندوستان کے ساتھ تجارت میں بہت منافع کماتے تھے۔ انھوں نے ہندوستانی سامان کو تجارتی مقاصد کے لیے یورپ لے جانا شروع کیا اور یورپی لوگوں کے ساتھ اچھے تعلقات استوار کر لیے۔ یورپی تاجر بھی ہندوستان کے ساتھ تجارت کرنا چاہتے تھے۔ پہلے پرتگالی تاجر ہندوستان آئے اور بہت زیادہ منافع کمایا۔ اس کے بعد برطانوی اور فرانسیسی تاجر آئے۔ برطانوی تاجروں نے ہندوستان کے ساتھ تجارت میں تمام یورپی اقوام کو پیچھے چھوڑ دیا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی (The East India Company)

برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی برصغیر میں تجارت کے مقصد سے 24/ اگست 1608ء کو سورت کی بندرگاہ پر آئی۔ وہ بنیادی طور پر مصالحہ جات، ریشم، کپاس، نیل، رنگ، چائے وغیرہ کی تجارت کرتی تھی۔ 20/ مئی 1498ء کو کالی کٹ میں واسکوڈے گاما کی آمد نے یورپ سے مشرقی ایشیا کی طرف بحری راستہ کھول دیا۔ 1600ء میں برطانوی تاجروں نے ملکہ انگلستان سے شاہی اجازت حاصل کرنے کے بعد تجارت کے مقصد سے ایسٹ انڈیا کمپنی قائم کی تھی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کا قیام تجارت کے مقصد سے ہوا تھا لیکن یہ برصغیر کی سیاست میں ملوث ہوگئی۔ 1612ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان میں پرتگالیوں کو شکست دی اور مغل سلطنت سے تجارتی مراعات حاصل کر لیں۔ کمپنی نے جنوبی ہندوستان سے سوت اور ریشم کی اشیا، نیل اور شورے کے ساتھ مصالحہ جات کی تجارت بھی شروع کر دی۔ اس نے اپنی سرگرمیوں کو خلیج فارس، جنوب مشرقی ایشیا اور مشرقی ایشیا تک پھیلا دیا۔ 1613ء میں مغل شہنشاہ جہانگیر نے ایک فرمان جاری کیا اور کمپنی کو سورت میں ایک کارخانہ قائم کرنے کی اجازت دی۔

Web version of PCTB
Not for sale

دریافت کریں

ایسٹ انڈیا کمپنی، ہندوستان کے ساتھ جن اشیا کی تجارت کرتی تھی ان کے نام لکھیں۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے بحری جہاز

جیمز لنکاسٹر نے 1601ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے پہلے بحری سفر کی قیادت کی

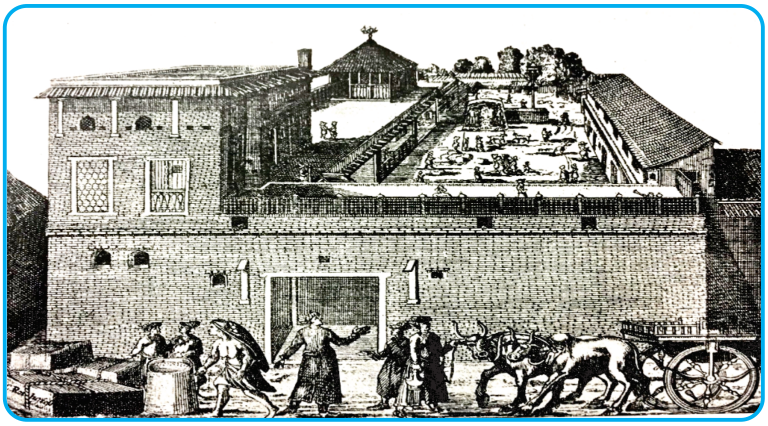

سورت میں کارخانہ

ایسٹ انڈیا کمپنی اور مغل دور (The East India Company and the Mughal Period)

مغل شہنشاہ جہانگیر نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو سہولیات فراہم کیں اور اسے مختلف تجارتی ٹیکسوں سے مستثنیٰ قرار دے دیا۔ انگریز خوش ہوئے اور انھوں نے ہندوستان میں بہت سے تجارتی مراکز بنا لیے۔ مغل شہنشاہ شاہجہاں کے دور میں کمپنی کو مزید تجارتی سہولیات اور رعایتیں حاصل ہوئیں۔

اورنگزیب عالمگیر

1707ء میں مغل شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کی وفات کے بعد، بہت سے مغل حکمران یکے بعد دیگرے آئے، جس نے ہندوستان کے مرکزی اقتدار کو کمزور کر دیا۔ بعض صوبوں کے گورنروں نے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا۔ ان صوبوں میں بنگال، اودھ اور حیدر آباد دکن بہت اہم تھے۔ بنگال میں مرشد قلی خان، اودھ میں سعادت علی خان اور حیدر آباد دکن میں قمر الدین نے اپنی آزاد ریاستیں قائم کر لیں۔

انگریزوں کی مداخلت روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔ مقامی مسلم حکمرانوں نے ان کی شدید مخالفت کی اور انگریزوں کو سرزمین ہند سے نکالنے کی کوششیں تیز کر دیں۔ مسلمانوں کو یقین تھا کہ انگریز ہندوستان پر قبضہ کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ مسلمان حکمران اپنا مقصد حاصل نہ کر سکے لیکن انھوں نے انگریزوں کے نو آبادیاتی نظام کے خلاف خوب مزاحمت کی۔ ان حکمرانوں میں نواب سراج الدولہ، میر قاسم، حیدر علی اور ٹیپو سلطان وغیرہ شامل تھے۔

اہم معلومات

17 ویں صدی عیسوی میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے پاس تجارت کے لیے 200 بحری جہاز تھے۔

دریافت کریں

ہندوستانی مسلمان، انگریزوں کو ہندوستان سے کیوں باہر نکالنا چاہتے تھے؟

Web Version of PCTB
Not for sale

جنگِ پلاسی 1757ء (Battle of Plassey 1757)

پلاسی کی جنگ برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی اور بنگال کے نواب سراج الدولہ کے درمیان لڑی جانے والی سب سے اہم اور فیصلہ کن جنگ تھی۔ یہ 23 / جون 1757ء کو لڑی گئی۔

پس منظر (Background)

نواب سراج الدولہ

نواب علی وردی خان نے 1741ء میں بنگال کو ایک آزاد ریاست بنایا۔ اس نے یورپیوں یعنی انگریزوں اور فرانسیسیوں دونوں کے خلاف سخت غیر جانبداری کی پالیسی اپنائی لیکن کمپنی اور نواب کے درمیان ٹیکسوں کی وصولی اور کمپنی کو حاصل تجارت میں آزادی کے معاملے پر اختلاف پیدا ہو گیا۔ علی وردی خان کا 1756ء میں انتقال ہو گیا اور نواب سراج الدولہ (19 سالہ گود لیا پوتا) اس کا جانشین بنا۔ نوجوان نواب کو یورپیوں کے بارے میں کافی تشویش تھی، اسی لیے اس نے فرانسیسیوں اور انگریزوں دونوں کو حکم دیا کہ وہ اضافی قلعہ بندی بند کر دیں۔ انگریزوں نے ان احکامات کی تعمیل کرنے سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے نواب سراج الدولہ نے کلکتہ کے قاسم بازار میں برطانوی کارخانے پر قبضہ کر لیا۔ وہیں کلکتہ میں بلیک ہول کا واقعہ بھی پیش آیا جس سے انگریز ناراض ہو گئے۔ مدراس کی کونسل نے کلکتہ کو بحال کرنے کے لیے برطانوی گورنر رابرٹ کلائیو کے ماتحت فوج بھیجی جس پر 2 / جنوری 1757ء کو دوبارہ قبضہ کر لیا گیا۔

اہم معلومات

پلاسی ہندوستان میں مشرقی وسطی مغرب ریاست بنگال کا ایک گاؤں تھا۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

بلیک ہول کا نام اس واقعے کو دیا گیا جب نواب سراج الدولہ کے دستوں نے فورٹ ولیم کلکتہ کے ایک چھوٹے سے قید خانے میں برطانوی سپاہیوں کو قید کیا تھا۔

رابرٹ کلائیو اور میر جعفر کی سازش (Conspiracy of Robert Clive and Mir Jaffar)

رابرٹ کلائیو برطانوی مفادات کے تحفظ کے لیے نواب سراج الدولہ کو ہٹا کر ان کی جگہ میر جعفر کو تعینات کرنا چاہتا تھا۔ دربار میں سازشوں اور سازشیوں کی سیاست کی وجہ سے نواب کی پوزیشن اچھی نہیں تھی۔ اس کا کمانڈر انچیف میر جعفر اس سے خوش نہیں تھا۔ اس کی ایک خالہ گھسیٹی بیگم بھی اس سے جان چھڑانے کا موقع ڈھونڈ رہی تھی۔ رابرٹ کلائیو کو یہ ماحول سازگار معلوم ہوا تو اس نے شرفا کے ساتھ مل کر سازش کی۔ اس نے میر جعفر کے ساتھ ایک معاہدہ کیا اور نواب سراج الدولہ کے خلاف اس کی مدد کے بدلے میں اسے نواب کا عہدہ دینے کا وعدہ کیا۔ دوسرے لوگ جو اس سازش میں شامل تھے ان میں نواب کے خزانچی رائے درلاب اور ریاست بنگال کے امیر ترین ساہوکار (Banker) جگت سیٹھ تھے۔ اومی چند وہ شخص تھا جس نے اس معاہدے کو توڑنے کا ارادہ کیا لیکن بدلے میں میر جعفر نے اسے 175 لاکھ روپے دینے اور رابرٹ کلائیو کی مدد کا وعدہ کیا۔

Web version of PCTB Not for sale

جنگِ پلاسی کے واقعات (Events of Battle of Plassey)

ان تمام انتظامات کے بعد رابرٹ کلائیو نے نواب سراج الدولہ کو ایک خط بھیجا جس میں فرانسیسیوں کو پناہ دے کر معاہدہ علی نگر کی شرائط کی خلاف ورزی کا الزام لگایا گیا۔اس نے مرشدآباد پر چڑھائی کرنے کا بھی اعلان کیا جو کہ ریاست بنگال کا دارالحکومت تھا۔14 رجون 1757ء کو جنگ کا اعلان کیا گیا۔نواب کو بھی اس سازش کا علم ہو چکا تھا۔چنانچہ اس نے میر جعفر کے محل پر حملہ کر دیا اور میدان جنگ میں انگریز کیمپ میں شامل نہ ہونے کا عہد حاصل کیا۔اس کے بعد اس نے فوج کو پلاسی کی طرف بڑھنے کا حکم دیا اور 21 رجون 1757ء کو وہاں پہنچا۔انگریز بھی 32,000 سپاہیوں کے ساتھ پلاسی پہنچے تا کہ 50,000 سپاہیوں پر مشتمل نواب کی بڑی فوج کا مقابلہ کر سکیں۔میر جعفر، جو 16000 جوانوں کی کمانڈ کر رہا تھا، مرکزی فوج سے مکمل طور پر الگ رہا۔فرانسیسیوں نے بھی توپ خانوں کا ایک چھوٹا دستہ بھیج دیا تھا لیکن فرانسیسی توپ خانہ انگریز توپ خانے کے سامنے بے کار ثابت ہوا۔ان تمام نامساعد حالات کے باوجود نواب نے بہادری سے مقابلہ کیا اور وہ آہستہ آہستہ فتح کی طرف بڑھ رہے تھے کہ میر مردان کی ناگہانی موت نے حالات کو پلٹ دیا۔ یہ ان کی مہم کے لیے مہلک ثابت ہوئی۔میر جعفر بھی اپنے کیمپ سے نکل گیا۔اس پر سراج الدولہ نے رائے درلاب کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے مرشدآباد کی طرف پسپائی اختیار کی۔اسے راستے میں میر جعفر کے بیٹے میرن نے پکڑ لیا اور قتل کر دیا۔اس کے بعد رابرٹ کلائیو نے میر جعفر کو بنگال کا تخت پیش کر دیا۔ اس نے پچاس لاکھ روپے ادا کر کے کمپنی کو خوش کر دیا اور 24 پرگنے اس کے حوالے کر دیے۔اس جنگ نے بنگال میں اقتدار کے لیے فرانسیسی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ہندوستان میں برطانوی راج کے آغاز کی یہ جنگ جو پلاسی میں لڑی گئی اس نے 200 سال کے لیے برطانوی اقتدار کو ہندوستان میں مضبوط کر دیا۔

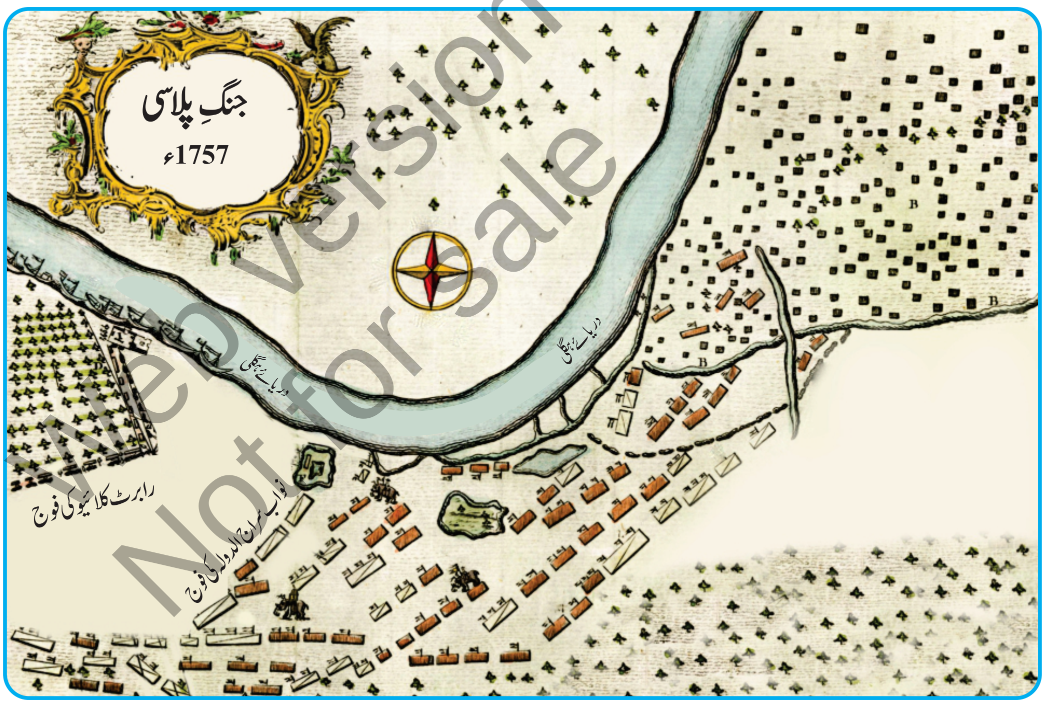

جنگِ پلاسی کا نقشہ

جنگِ بکسر 1764ء (Battle of Buxar 1764)

اہم معلومات

بکسر صوبہ بہار کا ایک چھوٹا سا قصبہ تھا۔

بکسر کی جنگ ہندوستان کی تاریخ کا ایک اہم واقعہ تھا۔اس نے ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکمرانی کی ان بنیادوں کو مضبوط کیا جو پلاسی کی جنگ نے رکھی تھیں۔ بکسر کی جنگ بنگال میں دریائے گنگا کے کنارے

Web version Not for sale PCTB

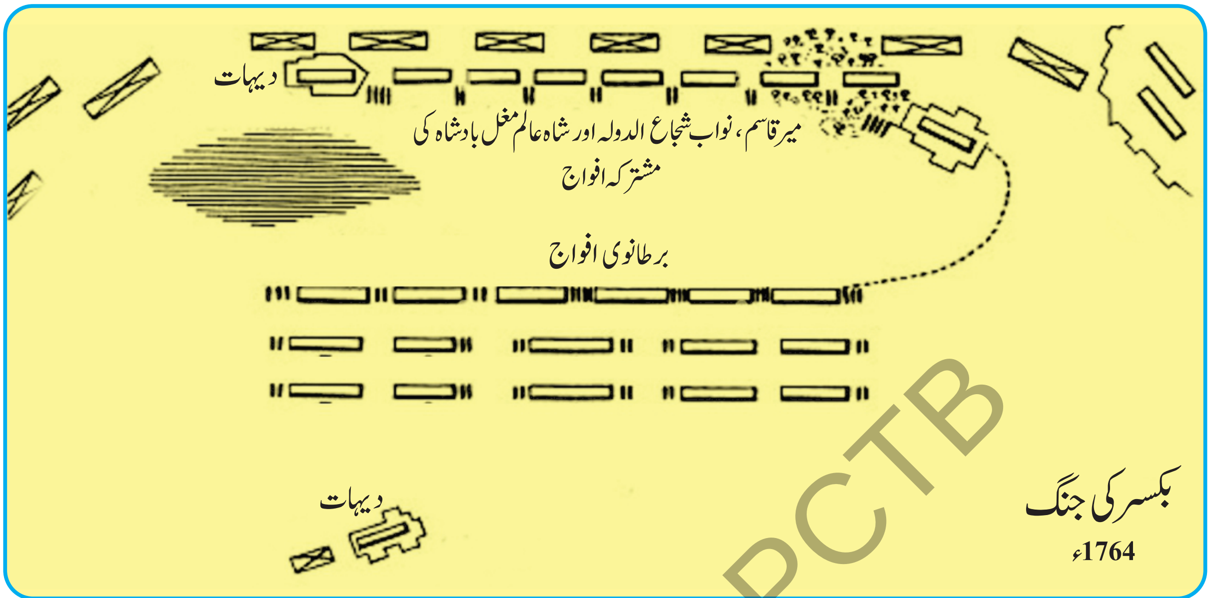

بکسر کی جنگ کا نقشہ

22 اکتوبر 1764ء کو لڑی گئی۔ انگریزوں نے میر قاسم (بنگال کے معزول نواب)، نواب شجاع الدولہ (نواب آف اَوَدھ) اور شاہ عالم (مغل بادشاہ) کی مشترکہ افواج کو شکست دی۔ مقامی افواج بے بس ثابت ہوئیں اور انگریز فتح یاب ہو گئے۔

پلاسی کی جنگ کے بعد بنگال کا تخت میر جعفر کے حوالے کر دیا گیا۔ 1760ء میں میر جعفر کی جگہ ان کے داماد میر قاسم نے لی جس نے چٹاگانگ، مدن پور اور بردوان کے اضلاع ایسٹ انڈیا کمپنی کے حوالے کر دیے۔ اس نے اپنی آزاد حیثیت کو بحال کرنے کے لیے بھی اپنی سطح پر پوری کوشش کی۔ وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کا اختیار ماننے کو تیار نہیں تھا۔ اسی لیے اس نے اپنا دارالحکومت مرشد آباد سے مونگھیر منتقل کر دیا تاکہ وہ آزادانہ طور پر کام کر سکے۔ اس نے آتشیں اسلحہ تیار کرنے کے علاوہ اپنی فوج کو یورپی خطوط پر بھی منظم کیا۔ وہ یہ سب کچھ کمپنی کی اتھارٹی کو ختم کرنے کے لیے کر رہا تھا۔

تاہم، جب میر قاسم نے تمام نجی تجارت کو ممنوع قرار دیا تو کمپنی 1717ء کے شاہی فرمان کے تحت آزاد تجارت کا حق استعمال کر رہی تھی۔ لیکن کمپنی کے عہدیداروں کی طرف سے اس حق کا غلط استعمال کیا جا رہا تھا، جو اسی استحقاق کے تحت اپنی نجی تجارت کر رہے تھے۔ اس سے نواب کے محصولات کا بہت زیادہ نقصان ہو رہا تھا۔ چنانچہ اس نے سخت اقدامات کیے اور اپنے اہلکاروں کو حکم دیا کہ انگریز تاجروں کی تمام کشتیاں اس حقیقت کے باوجود پکڑ لیں کہ ان کے پاس دستک (تجارتی اجازت نامہ) تھا۔ نواب نے دستک کو ختم کر دیا اور اس طرح غیر ملکی تاجروں کو مقامی تاجروں کے برابر کر دیا۔

اس نے نجی تجارت کو روکنے کے لیے کسٹم اسٹیشنوں اور سپاہیوں کی تعداد میں اضافہ کر دیا جس کے نتیجے میں کمپنی اور اس کے عہدیداروں کو بہت زیادہ مالی نقصان پہنچا۔

دریافت کریں

''دستک'' کیا ہے؟

پٹنہ پر قبضہ (Capture of Patna)

پٹنہ کے انگریز ایجنٹ نے نواب کو غصہ دلایا اور اس کی وجہ سے نواب نے پٹنہ پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کی لیکن انگریز ایجنٹ نے اسے شکست دے کر پٹنہ پر قبضہ کر لیا۔ میر قاسم کو لگاتار تین لڑائیوں کٹوا، گھیریا اور ادینال میں مسلسل شکستوں کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ وہ اَوَدھ بھاگ گیا جہاں اس نے شاہ عالم ثانی اور شجاع الدولہ کے ساتھ مل کر انگریزوں کے خلاف اتحاد قائم کیا۔ بنگال میں اس کے پیچھے کمپنی نے ایک بار پھر میر جعفر کو بنگال کے تخت پر بٹھا دیا۔

Web version of PCTB Not for sale

جنگِ بکسر کے واقعات (Events of Battle of Buxar)

نواب شجاع الدولہ عرصے سے بنگال میں انگریزوں کے اثر ورسوخ کو ختم کرنا چاہتے تھے لیکن ان کے اختیار میں کبھی اتنے وسائل نہیں ہوئے کہ وہ بنگال میں برطانوی بستیوں پر حملہ کرنے کے منصوبے پر عمل کر پائیں۔ شاہ عالم ثانی بھی اوودھ سے دستبردار ہو چکے تھے لیکن ہندوستان میں انگریزوں کی طاقت کو تباہ کرنے کے لیے کوئی بھی قیمت ادا کرنے کو تیار تھے۔ وہ اس مقصد کے لیے تمام دستیاب وسائل استعمال کرنے کے لیے تیار تھے۔ وہ اب متحد ہوئے اور کمپنی کے خلاف جنگ چھیڑ دی جس کا اعلان 1764ء میں کیا گیا۔ ان کی مشترکہ افواج نے 22/ اکتوبر 1764ء میں بکسر کے مقام پر برطانوی افواج کا سامنا کیا۔ برطانوی افواج کی تعداد دس ہزار جبکہ مسلم افواج کی تعداد چالیس ہزار کے لگ بھگ تھی۔ تاہم اتنی بڑی فوج کو آپس میں ہم آہنگی نہ ہونے اور برطانوی افواج کے پاس جدید اسلحہ ہونے کی وجہ سے شکست ہوئی۔ اس جنگ کے نتیجے میں انگریزوں کی حکومت قائم ہوئی اور انھوں نے بنگال کے ساتھ ساتھ بہار اور اڑیسہ کی دیوانی پر بھی قبضہ کر لیا۔

حیدر علی اور ٹیپو سلطان (Haider Ali and Tipu Sultan)

حیدر علی

حیدر علی 1721ء میں ایک چھوٹے سے گھرانے میں پیدا ہوا۔ اس نے اپنے فوجی کیریئر کا آغاز ننجا راجا کی فوج سے کیا۔ اس نے اینگلو فرانسیسی جنگوں کے دوران میں جنگی تکنیکوں کا تجربہ حاصل کیا۔ وہ بہت پر عزم، ذہین اور دلیر کمانڈر تھا۔ اس نے کرشن راجا کا تختہ الٹ کر اپنے وسائل میں اضافہ کیا اور میسور کا حکمران بن گیا۔ اس نے بڑے بڑے علاقوں پر قبضہ کر کے ریاست میسور کو ہندوستان کی فیصلہ کن طاقت بنا دیا۔ انگریز، مرہٹے اور نظام حیدر علی کے دشمن بن گئے۔ انھوں نے اس کے خلاف اتحاد بنا لیا لیکن 1766ء میں حیدر علی کے ہاتھوں مرہٹوں کی بری طرح شکست سے یہ اتحاد ختم ہو گیا۔ نظام حیدر آباد بھی کمپنی کے ساتھ اتحاد ختم کر کے حیدر علی کا حلیف بن گیا۔

کرناٹک کا نواب محمد علی بھی کمپنی کا اتحادی تھا جس کے میسور کے ساتھ کچھ پرانے علاقائی تنازعات تھے۔ حیدر علی اور نظام نے مشترکہ طور پر کرناٹک پر حملہ کیا لیکن چارگامہ اور ترنومالی کی انگریزی لڑائیوں نے نظام کو حیدر علی کو چھوڑ کر انگریزی کیمپ میں شامل ہونے پر مجبور کر دیا۔ حیدر علی کی فاتحانہ پیش قدمی مدراس سے چند میل کے فاصلے تک پہنچ گئی، جس سے برطانوی معاہدۂ امن کرنے پر تیار ہو گئے۔ اپریل 1769ء میں ایک معاہدے پر دستخط ہوئے جو پہلی میسور جنگ کے بعد مکمل ہوا۔ دونوں فریقوں نے مفتوحہ علاقے واپس کر دیے اور انگریزوں نے حیدر علی سے حملے کی صورت میں مدد کا وعدہ کیا۔ حالاں کہ انھوں نے اسے کبھی پورا نہیں کیا۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

کڈلور ہندوستانی ریاست تامل ناڈو کے کڈلور ضلع کا شہر اور صدر مقام ہے۔ چنئی کے جنوب میں واقع، کڈلور برطانوی راج کے دوران میں ایک اہم بندرگاہ تھی۔

Not version of PCTB
Not for sale

انگریزوں کی فرانسیسیوں سے دیرینہ دشمنی تھی۔ انھوں نے حیدر علی کے علاقے میں واقع فرانسیسی بستی ماہے پر قبضہ کر لیا۔ ماہے ایک بندرگاہ تھی جو حیدر علی کے لیے بیرونی دنیا سے رابطہ برقرار رکھنے کے لیے بہت ضروری تھی۔ اس کا قبضہ کمپنی کی طرف سے اس بات کا اشارہ تھا کہ وہ دوستانہ موڈ میں نہیں تھے۔ لہٰذا حیدر علی نے مرہٹوں کے ساتھ اتحاد کیا اور نظام کے وفاق میں شامل ہو گئے۔ جنگ 1780ء میں شروع ہوئی۔ ابتدا میں حیدر علی کو کچھ کامیابی ملی اور وہ مختصر عرصے میں کرناٹک کا مالک بن گیا لیکن پھر وارن ہیسٹنگز نے فوج کی تنظیم نو شروع کی اور سر آئیر کوٹ کو بھیجا۔ جنگ بغیر کسی نتیجے کے جاری رہی۔ حیدر علی کا 1782ء میں انتقال ہو گیا لیکن اس کے بیٹے ٹیپو سلطان نے جنگ جاری رکھی۔ فرانسیسی بھی میدان میں کود پڑے۔ وہ 1200 فوجیوں کے ساتھ پارنگی پٹائی پر اترے اور کڈلور پر قبضہ کر لیا جب کہ انگریزوں نے ٹیپو سلطان کو اروی کے قلعے سے بھگانے کی کوشش کی۔ فرانسیسیوں کے جانے کے بعد ٹیپو سلطان نے کڈلور پر قبضہ کر لیا۔ جب یورپ میں امن قائم ہوا تو وہ میسور جنگ سے دستبردار ہو گئے۔ تاہم جنگ مارچ 1784ء میں منگلور معاہدے کے ساتھ ختم ہوئی۔ فریقین مفتوحہ علاقے حوالے کرنے پر متفق ہو گئے۔

فرانسیسی ایڈمرل سفرن کی حیدر علی سے ملاقات 1782ء

تاہم منگلور کا معاہدہ محض جنگ بندی ثابت ہوا۔ ٹیپو سلطان نے خود فرانسیسی فوج سے اتحاد کر لیا۔ کیوں کہ فرانس اور انگلستان کے درمیان یورپی معاملات کی وجہ سے تعلقات ٹھیک نہیں تھے۔ لہٰذا ہندوستان میں جنگ قریب تھی۔ جب ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ کارنوالس نے گنٹم کو حاصل کیا اور اتحادیوں کی ایک فہرست جاری کی جس میں ٹیپو سلطان کو شامل نہیں کیا گیا تو جنگ زیادہ دور نظر نہیں آئی۔ ٹیپو سلطان نے جنگ کا اندازہ کر لیا تھا۔ میسور کی تیسری جنگ دسمبر 1789ء میں اس کے ٹراوانکور پر حملے کے ساتھ شروع ہوئی۔ یہ جنگ تین سال تک جاری رہی اور 1792ء میں سرنگا پٹم کے معاہدے پر دستخط کے ساتھ ختم ہوئی۔ اس معاہدے کی وجہ سے ٹیپو سلطان کو اپنی سلطنت کا نصف حصہ دینا پڑا جو مرہٹوں، نظام اور کمپنی میں تقسیم ہو گیا۔ ٹیپو سلطان کو بھاری جرمانہ بھی ادا کرنا پڑا۔

سرنگا پٹم کا محل

یہ ایک ایسا معاہدہ تھا جو ٹیپو سلطان کے لیے بھولنا بہت مشکل تھا۔ ٹیپو نے اپنی مسلح افواج کی تنظیم اور فرانس کے ساتھ اتحاد کو یقینی بناتے ہوئے دارالحکومت کے قلعہ کی تعمیر شروع کر دی۔ نئے گورنر جنرل (ولزلی) نے نظام حیدر آباد اور مرہٹوں کے ساتھ اتحاد کر لیا۔ اس نے ٹیپو سلطان سے اطاعت کا مطالبہ کیا جس سے انکار کر دیا گیا۔ نتیجے کے طور پر میسور کی چوتھی جنگ کا آغاز ہو گیا۔ مئی 1799ء میں سرنگا پٹم کا محاصرہ کیا گیا جو بالآخر ٹیپو سلطان کی شہادت کے ساتھ ختم ہوا۔ اس کے ساتھ ہی میسوری علاقے برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کے کنٹرول

ٹیپو سلطان

ٹیپو سلطان کی توپ

Not for sale version of PCTB

ٹیپو سلطان کے سکّے

میسور کی شاہی مہر

میں آ گئے اور مرہٹوں اور نظام کو بھی اپنا اپنا حصہ مل گیا۔ میسور کمپنی کے قبضے میں چلا گیا اور سالانہ خراج ادا کرنے کا پابند ہو گیا۔ میسور کے سقوط کے ساتھ ہی ہندوستان میں برطانوی سلطنت کے استحکام کے راستے کی آخری رکاوٹ بھی دور ہو گئی۔

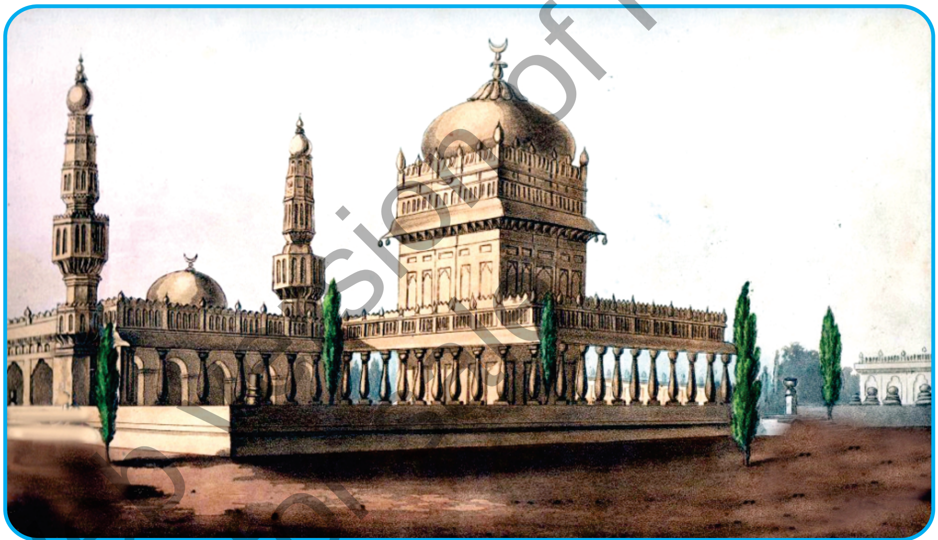

حیدر علی اور ٹیپو سلطان کے مقبرے۔ سرنگا پٹم

انضمام کا نظریہ (Doctrine of lapse)

لارڈ ڈلہوزی

انضمام کا نظریہ ایک الحاق کی پالیسی تھی جس کو لارڈ ڈلہوزی نے 1852ء میں لاگو کیا۔ اسے برطانوی اقتدار کی توسیع کے لیے ایک انتظامی پالیسی کے طور پر استعمال کیا گیا تھا۔ اس نظریے کے مطابق کمپنی کے بالواسطہ یا بلاواسطہ (ایک جاگیر کے طور پر) کنٹرول کے تحت کسی بھی شاہی ریاست کا کوئی قانونی مرد وارث نہ ہونے کی صورت میں کمپنی کے ساتھ الحاق کر لیا جائے گا۔

- لارڈ ڈلہوزی نے اسے دستاویزی شکل دی اور اسے انگریزوں کے لیے علاقے حاصل کرنے کے لیے وسیع پیمانے پر استعمال کیا۔
- اس پالیسی کے مطابق ہندوستانی حکمران کے کسی بھی لے پالک بیٹے کو تخت کا وارث قرار نہیں دیا جا سکتا تھا۔

Web Version Not for sale PCTB

- گود لیا بیٹا کسی پنشن کا حق دار بھی نہیں ہوگا جو اس کا باپ وصول کرتا رہا ہو اور نہ ہی اپنے باپ کو ملے ہوئے کسی خطاب کا مستحق ہوگا۔
- اس چیز نے ہندوستانی حکمرانوں کے طویل عرصے سے موجود اختیار کو چیلنج کیا کہ وہ اپنی پسند کا وارث مقرر کریں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

لارڈ ڈلہوزی نے 1848ء سے 1856ء تک ہندوستان کے گورنر جنرل کے طور پر خدمات انجام دیں۔

نظریۂ انظمام کے اثرات (The Effects of the Doctrine of Lapse)

نظریۂ انضمام کے مندرجہ ذیل اثرات تھے:

- بہت سی ہندوستانی ریاستوں نے اپنی خود مختاری کھودی اور برطانوی علاقے بن گئے۔
- اس سے ہندوستانی شہزادوں میں بہت زیادہ بے چینی پھیل گئی۔
- بہت سے لوگ اس نظریہ کی غیر قانونی فطرت سے ناخوش تھے۔
- نانا صاحب اور جھانسی کی رانی کو انگریزوں سے شکایت کیوں تھی نانا صاحب کے سوتیلے باپ کے انتقال کے بعد انگریزوں نے اس کی سابق پنشن روک دی تھی اور رانی کے گود لیے بیٹے کو نظریۂ انضمام کے تحت تخت دینے سے انکار کر دیا گیا۔

جنگِ آزادی 1857ء (War of Independence 1857)

جنگِ آزادی برصغیر کی تاریخ کا ایک اہم سنگ میل ہے۔ ہندوستانیوں نے یہ جنگ 1857ء میں برطانوی تسلط کے خلاف لڑی تھی۔

اسباب (Causes)

1۔ ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستانی فوجیوں کی مدد سے قائم ہوئی تھی۔ ان کی تنخواہیں بہت کم تھیں کیونکہ انگریز انھیں نااہل سمجھتے تھے۔

2۔ عبادت گاہوں کی تعمیر پر ٹیکس لگا کر لوگوں کے مذہبی جذبات مزید مجروح کیے گئے۔

3۔ تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کو اعلیٰ عہدے نہیں دیے جاتے تھے۔

جنگ آزادی 1857ء کا ایک منظر

Web version of PCTB Not for sale

4۔ لارڈ ڈلہوزی کی الحاق کی پالیسی نے ہندوستانیوں میں بے چینی پیدا کی۔

5۔ ہندوستانیوں کے حالات زندگی کو بہتر بنانے کے لیے کوئی کوشش نہیں کی گئی۔

واقعات (Events)

اہم واقعہ جو جنگ کا فوری سبب بنا وہ 23 جنوری 1857ء کو سپاہیوں کا چربی والے کارتوس استعمال کرنے سے انکار تھا۔ اسی اثنا میں ایک ہندوستانی سپاہی نے بیرک پور میں دو برطانوی افسروں کو مار ڈالا جب اسے چکنائی والے کارتوس استعمال کرنے پر مجبور کیا گیا۔ اسے گرفتار کر کے 8 اپریل 1857ء کو پھانسی دے دی گئی۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح تیزی سے پھیل گئی۔ یہ جنگ پورے ہندوستان میں نہیں پھیلی تھی بلکہ چند علاقوں تک محدود تھی۔ خاص طور پر میرٹھ، دہلی، کانپور، لکھنؤ، بہار، جھانسی اور گوالیار وغیرہ۔

نتیجہ (Result)

یہ ہندوستانیوں کی طرف سے کی گئی ایک انتہائی کوشش تھی لیکن وہ بعض وجوہات کی بنا پر ناکام ہو گئے جن میں باہمی حسد، عدم اتحاد اور مرکزی قیادت کا فقدان وغیرہ شامل ہیں۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کا خاتمہ اور برطانوی راج کا قیام

(End of the East India Company and Establishment of British Rule)

1858ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکمرانی کا خاتمہ ہوا۔ برطانوی راج شروع ہوا اور اختیارات برطانوی بادشاہ کو منتقل کر دیے گئے۔ برطانوی حکومت نے ہندوستان پر 90 سال حکمرانی کی۔ ہندوستان میں برطانوی وائسرائے مقرر کیے جاتے تھے جو تمام اختیارات استعمال کرتے تھے۔

لارڈ کینگ

کیا آپ جانتے ہیں؟

ہندوستان کے پہلے وائسرائے، لارڈ کیننگ 1812ء میں لندن، برطانیہ میں پیدا ہوئے۔ بطور وائسرائے ان کا دورانیہ 1858ء سے 1862ء تک ہے۔

لارڈ کیننگ کو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1858 کے تحت ہندوستان کا پہلا وائسرائے مقرر کیا گیا۔ اس نے الہ آباد میں دربار منعقد کیا جس میں اس نے ملکہ وکٹوریہ کا اعلان پڑھ کر سنایا جس کے درج ذیل نکات تھے:

(i) انگریزوں کے خلاف لڑنے والوں کے علاوہ سب کے لیے عام معافی کا اعلان کیا گیا۔

(ii) قوانین بناتے وقت مقامی لوگوں کی مذہبی، ثقافتی اور سماجی روایات کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ رنگ، نسل، مذہب اور قومیت کی بنا پر کوئی امتیاز نہیں ہوگا۔

(iii) اہلیت، تعلیم اور کارکردگی کی بنیاد پر ہندوستانیوں کو سول سروس کی پیشکش کی جائے گی۔

(iv) حکومت کسی کی وراثت میں مداخلت نہیں کرے گی۔ اگر واجب الادا ٹیکس ادا کیا جائے تو حکومت جائیداد کی حفاظت کی پابند ہوگی۔

(v) حکومت لوگوں کے مذہبی معاملات میں مداخلت نہیں کرے گی۔

ملکہ وکٹوریہ

Web Version of PCTB Not for sale

(vi) مستقبل میں کسی بھی شاہی ریاست کو برطانوی کنٹرول میں نہیں لایا جائے گا۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

ملکہ وکٹوریہ 1819ء میں پیدا ہوئیں۔ وہ 1837ء سے 1901ء تک برطانیہ کی ملکہ رہیں۔

اہم نکات (Main Points)

1۔ انگریزوں کی آمد سے پہلے عرب تاجر، تجارت کے لیے ہندوستان آتے تھے۔
2۔ برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی نے برصغیر میں تجارت کے مقصد سے 24 اگست 1608ء کو سورت کی بندرگاہ تک رسائی حاصل کی۔
3۔ حیدر علی نے بڑے علاقوں پر قبضہ کر کے میسور کو ہندوستان کی فیصلہ کن طاقت بنا دیا۔
4۔ ٹیپو سلطان مئی 1799ء میں سرنگا پٹم کے انگریز فوج کے محاصرے کے وقت بہادری سے لڑا۔
5۔ میسور کی بادشاہت ٹیپو سلطان کی شہادت پر ختم ہوئی۔
6۔ ایسٹ انڈیا کمپنی 1600ء میں ملکہ برطانیہ کی منظوری سے قائم ہوئی۔
7۔ جنگِ پلاسی 1757ء میں لڑی گئی۔
8۔ جنگِ بکسر 1764ء میں لڑی گئی۔
9۔ اصولِ الحاق برطانوی حکومت / سلطنت کی توسیع کے لیے ایک انتظامی پالیسی تھی۔
10۔ جنگِ آزادی 1857ء میں لڑی گئی جس میں ہندوستان کی تمام قوموں نے حصہ لیا۔
11۔ 1858ء میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ پاس ہوا جس میں لارڈ کیننگ کو تاجِ برطانیہ کی طرف سے ہندوستان کا پہلا وائسرائے مقرر کیا گیا۔

مشق

سوال نمبر 1: درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے۔

(i) ایسٹ انڈیا کمپنی کا قیام عمل میں آیا:

(الف) 1500 عیسوی (ب) 1600 عیسوی (ج) 1700 عیسوی (د) 1800 عیسوی

(ii) حیدر علی ریاست کا حکمران تھا:

(الف) میسور (ب) بنگال (ج) دہلی (د) جھانسی

(iii) لارڈ کیننگ نے ملکہ کا اعلان پڑھ کر سنایا:

(الف) دہلی (ب) الہ آباد (ج) آگرہ (د) کلکتہ

(iv) جنگِ پلاسی لڑی گئی:

(الف) 1749ء (ب) 1751ء (ج) 1755ء (د) 1757ء

Web version of PCTB Not for sale

(v) جنگِ بکسر لڑی گئی:

(الف) 1762ء (ب) 1763ء (ج) 1764ء (د) 1765ء

سوال 2: درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے۔

(i) ایسٹ انڈیا کمپنی کس نے قائم کی؟

(ii) جنگِ پلاسی کس نے اور کیسے جیتی؟

(iii) جنگِ آزادی کی فوری وجہ بیان کریں۔

(iv) اصولِ الحاق کی وضاحت کریں۔

(v) بلیک ہول کا واقعہ کیا تھا؟

سوال 3: درج ذیل سوالات کے تفصیل سے جوابات لکھیے۔

(i) ایسٹ انڈیا کمپنی پر نوٹ لکھیں۔

(ii) جنگِ آزادی کے اسباب تحریر کریں۔

(iii) جنگِ پلاسی میں میر جعفر کا کردار بیان کریں۔

(iv) اصولِ الحاق کا نظریہ اور اس کے اثرات لکھیں۔

(v) جنگِ بکسر کے اسباب اور نتائج بیان کریں۔

Web version of PCTB
Not for sale

سیکھنے کی سرگرمیاں (Learning Activities)

ٹائم لائن: ٹائم لائن ایک افقی خط ہے جو وقت کو ماضی کے ساتھ بائیں طرف اور مستقبل کو دائیں طرف پیش کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کو دور میں جنگِ آزادی تک پلاسی اور بکسر کی لڑائیوں اور ٹیپو سلطان کی موت کے وقت کی شناخت کے لیے ٹائم لائن استعمال کریں۔

فلو چارٹ: یہ ایک قسم کا خاکہ ہے جو ورک فلو یا عمل کی نمائندگی کرتا ہے۔ انگریزوں کے ہندوستان آنے کی وجوہات پر جوابات کی شناخت کرنے میں طلبہ کی مدد کرنے کے لیے فلو چارٹ استعمال کریں۔

کلاس ڈسکشن: انگریز، حیدر علی اور ٹیپو سلطان کو شکست دینے میں کیسے کامیاب ہوئے، وجوہات بیان کرنے کے لیے جماعت میں بحث کا اہتمام کریں۔

تحقیقاتی منصوبہ: انگریزوں نے برصغیر میں اپنی حکمرانی کو کیسے مضبوط کیا، طلبہ کو اس کا تجزیہ کرنے میں مدد فراہم کرنے کے لیے تحقیقاتی دستاویزات استعمال کریں۔

2

برصغیر میں اصلاحی تحریکیں
(Reform Movements in the Subcontinent)

حاصلاتِ تعلم (Student's Learning Outcomes)

علم (Knowledge)

اس باب کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- جنگِ آزادی 1857ء کے بعد مسلمانوں کی سماجی و معاشی حالت بیان کر سکیں۔
- مسلمانوں کی سیاسی بیداری میں سرسید احمد خاں کی تعلیمی، سماجی اور سیاسی خدمات کی وضاحت کر سکیں۔
- علی گڑھ، سندھ مدرسۃ الاسلام، دیو بند اور ندوۃ العلما کی مسلمانوں کی تعلیمی اصلاحات کے ضمن میں خدمات بیان کر سکیں۔
- محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس 1886ء کے کچھ مقاصد لکھ سکیں۔

مہارتیں (Skills)

اس باب کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- جنگِ آزادی 1857ء سے لے کر قیامِ پاکستان تک سرسید کی تحریک کے واقعات کو ٹائم لائن کے مطابق ترتیب وائز لکھ سکیں۔
- ان وجوہات کو تلاش کر سکیں کہ سرسید احمد خاں کیوں چاہتے تھے کہ انگریز اور مسلمان ایک دوسرے کے قریب آ جائیں۔
- سرسید احمد خاں کے دو قومی نظریہ کے پیچھے کون سی وجوہات تھیں، بیان کر سکیں۔

Web version of PCTB
Not for sale.

1857ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں کے سماجی و اقتصادی حالات
(Socio-Economic Conditions of the Muslims after the War of Independence 1857)

اگرچہ مسلمانوں، ہندوؤں، سکھوں اور دیگر ہندوستانیوں نے جنگِ آزادی میں حصہ لیا تھا لیکن مسلمانوں کو انگریزوں کے خلاف باغی قرار دیا گیا۔ اس لیے برطانوی حکومت مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہی تھی تاکہ وہ اپنی حیثیت کو بحال نہ کر سکیں۔

بہادر شاہ ظفر۔ جلاوطنی کے دور میں

جنگِ آزادی میں مقامی لوگوں کو ان کے باہمی اختلافات اور انگریزوں کی برتر ٹیکنالوجی اور جدید علم کی وجہ سے شکست ہوئی۔ اس جنگ کے بعد انگریز مقامی لوگوں کے خلاف انتقامی کارروائیوں پر اتر آئے۔ انھوں نے آخری مغل بادشاہ کو باغی قرار دے کر جلاوطن کر کے قید خانے میں ڈال دیا۔ اس طرح ہندوستان میں مغل سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

اس حقیقت کے باوجود کہ انگریزوں نے مسلمانوں کو تباہ کر دیا تھا پھر بھی وہ مسلمانوں

کو اپنی حکومت کے لیے مستقل خطرہ سمجھتے تھے۔ انھوں نے سماجی، معاشی، سیاسی اور تعلیمی میدانوں میں مسلمانوں کی پوزیشن کو خراب کرنے کی کوشش کی۔

1857ء کے بعد مسلمانوں کی حالت کا تفصیلی جائزہ ذیل میں درج ہے:۔

مسلمانوں کے لیے کم نوکریاں (Rare Jobs for the Muslims)

انیسویں صدی عیسوی کے آخر تک برطانوی حکومت نے مسلمانوں کے خلاف ہر قدم اٹھایا۔ اصل مقصد مسلمانوں کو ہر میدان میں دبانا تھا تاکہ وہ آئندہ برطانوی حکومت کے خلاف کھڑے نہ ہو سکیں۔

دریافت کریں

جنگِ آزادی کے بعد انگریز مقامی لوگوں کے خلاف انتقامی کارروائیوں پر کیوں اتر آئے؟

زراعت

زرعی زمینوں سے مسلمانوں کی بے دخلی (Ejectment of Muslims from Agricultural Land)

زراعت گزشتہ کئی صدیوں سے مسلمانوں کی آمدنی کا ایک اور ذریعہ تھی۔ زیادہ تر مسلمان زرعی زمینوں پر کام کرتے تھے۔ برطانوی حکومت نے مسلمانوں کو زمینوں سے بے دخل کر کے انھیں ضبط کر لیا۔ اس طرح زمین دار اور کھیتوں میں کام کرنے والے مزدور دونوں ہی مصیبت کا شکار ہو گئے۔

تعلیمی پسماندگی (Educational Backwardness)

مسلمانوں کے بیشتر ادارے بند ہو گئے۔ مسلمان جو کہ باقی ماندہ مسلم تعلیمی اداروں سے پڑھے تھے کوئی مناسب نوکریاں حاصل نہ کر سکے۔ مذہبی جماعتوں کے لیے یہ ایک بڑا اجھٹکا تھا۔

فارسی کی جگہ انگریزی بطور سرکاری زبان (Replacement of Persian by English as Official Language)

برطانوی حکومت نے فارسی کی جگہ انگریزی کو سرکاری زبان قرار دے دیا۔ ہندوؤں نے اس کی مخالفت نہیں کی اور اسے قبول کر لیا لیکن مسلمانوں کو اس تبدیلی سے بڑا صدمہ پہنچا کیوں کہ اس کا مطلب صرف زبان کی تبدیلی نہیں بلکہ اسلامی ثقافت اور تہذیب کی تبدیلی تھی۔

جنگِ آزادی کے بعد سماجی، اقتصادی اور تعلیمی شعبوں میں مسلمانوں کی حالت بڑی مایوس کن تھی۔ اس صورتِ حال میں سرسید احمد خاں نے مسلمانوں کے لیے تعلیمی اصلاحات متعارف کرائیں تاکہ وہ باعزت زندگی گزار سکیں اور برطانوی حکومت سے تعاون کر سکیں۔

Web version of PCTB
Not for sale

مسلمانوں اور برطانوی حکومت کے درمیان سر سید احمد خاں کی صلح کے لیے کوششیں

(Efforts of Sir Syed Ahmed Khan for Reconciliation between the Muslims and British Government)

سر سید احمد خاں 17 / اکتوبر 1817ء کو دہلی کے ایک معزز خاندان میں پیدا ہوئے۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمان اپنا کھویا ہوا وقار اور مقام دوبارہ حاصل کرنے کے لیے خود کو مغربی تعلیم سے آراستہ کریں۔ نیز مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ انگریزوں سے صلح کر لیں اور خود کو تعلیم یافتہ بنائیں۔ وہ ان نظریات پر یقین رکھتے تھے کہ:۔

(i) انگریزوں سے وفاداری (ii) تعلیم سے لگن اور (iii) سیاست سے دوری

انھوں نے مسلمانوں کو ترقی کی راہ دکھائی۔ سر سید احمد خاں مسلمانوں اور انگریزوں کے درمیان غلط فہمیوں کو دور کرنا اور ان میں باہمی اعتماد پیدا کرنا چاہتے تھے۔ انھوں نے ایک رسالہ "اسبابِ بغاوتِ ہند" لکھا تھا جس میں انھوں نے انگریزوں کو یہ باور کرانے کی پوری کوشش کی کہ جنگِ آزادی کی اصل وجہ انگریزوں کی مقامی نظریات اور روایات سے بے خبری تھی۔

سرسیّد احمد خاں

سر سید احمد خاں نے کہا کہ جنگ میں ہندو برابر کے ذمہ دار تھے لیکن انگریزوں نے صرف مسلمانوں پر الزام لگایا۔ انھوں نے کہا کہ مسلمانوں اور مسیحیوں میں یکسانیت ہے کیونکہ دونوں کے پاس مقدس کتابیں ہیں۔ اس لیے ان میں بین المذاہب ہم آہنگی ہونی چاہیے۔ ان دلائل نے انگریزوں کے دلوں میں مسلمانوں کے لیے نرم گوشہ پیدا کیا۔

سر سید احمد خاں نے اس الزام کی نفی کی کہ مسلمان انگریزوں کے خلاف تھے۔ اس سلسلے میں انھوں نے رسالہ "لائل محمڈنز آف انڈیا" لکھا جس میں انھوں نے ان مسلمانوں کی حیثیت کی وضاحت کی جنھوں نے جنگِ آزادی کے دوران میں وفاداری کے ساتھ انگریزوں کی خدمت کی تھی۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

مسلمان سر سید احمد خاں کو اپنا نجات دہندہ سمجھتے ہیں۔

دریافت کریں

سر سید احمد خاں مسلمانوں اور انگریزوں کے درمیان غلط فہمیاں کیوں دور کرنا چاہتے تھے؟

تعلیم کے میدان میں سر سید احمد خاں کی خدمات (Services of Sir Syed Ahmed Khan in the Field of Education)

سر سید احمد خاں نے جدید تعلیم پر زور دیا اس لیے انھوں نے 1859ء میں مراد آباد میں ایک سکول قائم کیا جس میں طلبہ کو انگریزی اور فارسی تعلیم دی جاتی تھی۔ 1862ء میں ایک اور سکول غازی پور میں قائم کیا۔ 1863ء میں سائنٹیفک سوسائٹی غازی پور میں قائم کی گئی جس کے تحت انگریزی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کیا جاتا۔

1866ء میں "علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ" کے عنوان سے ایک ہفتہ وار جریدہ شائع کیا گیا۔ یہ سر سید احمد خاں کی اہم کاوش تھی اور یہ ان کی وفات تک جاری رہا۔

Web version of PCTB
Not for sale

اسے اردو اور انگریزی حصوں میں تقسیم کیا گیا۔اس میں ہر قسم کے مضامین جیسے کہ سماجی، اخلاقی، سائنسی اور سیاسی شائع کیے جاتے تھے۔

سر سید احمد خاں نے 1875 میں محمڈن اینگلو اورینٹل (ایم اے او) ہائی سکول کی بنیاد رکھی۔ دو سال بعد سکول کو کالج کا درجہ دے دیا گیا۔سر سید احمد خاں نے ریٹائرمنٹ کے بعد اس کالج کی ذمہ داری سنبھالی۔ حکومتِ برطانیہ نے عمارتوں کی تعمیر کے لیے 74 ایکڑ اراضی مہیا کی۔ اس کالج کی تقلید میں پنجاب، سندھ اور صوبہ سرحد (خیبر پختون خوا) میں بہت سے دوسرے تعلیمی ادارے قائم ہوئے۔ ایم اے او کالج کو 1920ء میں یونیورسٹی کا درجہ دے دیا گیا۔

علی گڑھ یونیورسٹی

سر سید احمد خاں بطور سماجی مصلح (Sir Syed Ahmed Khan as a Social Reformer)

سر سید احمد خاں نے بطور سماجی مصلح کافی کارآمد اقدامات اٹھائے:

انھوں نے ہندوستان کے مسلمانوں میں قومی یکجہتی اور قومی فلاح کے جذبات پیدا کیے۔ سر سید نے اپنی کتاب ''لائل محمڈنز آف انڈیا'' میں برطانوی حکومت کے لیے مسلمانوں کی مختلف خدمات کا ذکر کیا اور حکومت سے کہا کہ وہ مسلمانوں کے بارے میں اپنا رویہ بدلے۔

سر سید نے ولیم میور کی کتاب کے جواب میں ''خطباتِ احمدیہ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی اور اس کی تنقید کا جواب دیا۔ انھوں نے ایک اور کتاب ''تبیین الکلام'' لکھ کر ثابت کیا کہ دونوں آسمانی کتابیں ہیں اور ان میں بہت سی چیزیں مشترک ہیں۔ بعد میں سر سید احمد خاں نے اس کتاب کا انگریزی میں بھی ترجمہ کروا دیا۔ انھوں نے اپنی کتاب ''تبیین الکلام'' میں قران مجید اور بائبل مقدس کا موازنہ کیا۔ سر سید احمد خاں نے دینی تعلیم کے لیے بھی کوششیں کیں۔ انھوں نے مراد آباد میں ایک یتیم خانہ اور ایک سکول قائم کیا۔

سر سید احمد خاں کا سیاسی نظریہ (Sir Syed Ahmed Khan's Political Theory)

ابتدا میں سر سید احمد خاں نے ہندو مسلم اتحاد کے لیے کوششیں کیں جو ہندوؤں کے منفی رویہ کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکیں۔ اس لیے انھوں نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ سیاست میں فعال حصہ نہ لیں اور اپنے معاشی حالات کو بہتر بنانے کے لیے تعلیم پر توجہ دیں۔ انھوں نے مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے بھی کوششیں کیں۔ اردو ہندی تنازعہ 1867ء کے بعد سر سید احمد خاں کے نظریات میں تبدیلی رونما ہوئی۔

اہم معلومات

سر سید احمد خاں نے دو قومی نظریہ پیش کیا اور انھیں بابائے تحریکِ پاکستان کے طور پر جانا جاتا ہے۔

دریافت کریں

دو قومی نظریہ کیا ہے؟

سر سید احمد خاں خود 1878ء سے 1882ء تک مرکزی قانون ساز کونسل کے رکن رہے۔ مرکزی قانون ساز کونسل کے رکن ہونے کے ناطے انھوں

Web version of PCTB Not for sale

نے البرٹ بل کی مخالفت کی۔ جب لوکل سیلف گورنمنٹ کا بل کونسل میں پیش کیا گیا تو انھوں نے اس بل میں ترمیم کی تجویز پیش کی اور مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخابات کا مطالبہ کیا۔ انھوں نے ہر صوبے میں مسلمانوں کی تعداد کے مطابق کونسلوں میں مسلمانوں کو نامزد کرنے کی تجویز دی لیکن ان کا مطالبہ پورا نہ ہو سکا۔ انھوں نے مسلمانوں کی حمایت کے لیے ایک رسالہ "اسباب بغاوت ہند" بھی تحریر کیا۔

سرسیّد احمد خاں کا مقبرہ

سرسیّد اپنے ساتھیوں کے ہمراہ

Web version of ... Not for sale

جب انڈین نیشنل کانگریس نے ہندوستان میں پارلیمانی نظام رائج کرنے کا مطالبہ کیا تو سرسید احمد خاں نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ اس نظام کے نتیجے میں ہندو اکثریت کا غلبہ ہوگا اور مسلمان اقلیت بن جائیں گے۔

محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس 1886ء (Muhammadan Educational Conference 1886)

سرسید احمد خاں نے 1886ء میں تعلیم سے لگاؤ پیدا کرنے کے لیے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس قائم کی۔ اس کانفرنس نے ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک سیاسی پلیٹ فارم فراہم کیا کیوں کہ ان کی کوئی سیاسی جماعت نہیں تھی۔ جب بھی محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس منعقد ہوتے تھے تو شرکا سیاسی اور تعلیمی مسائل سمیت معاملات پر بات چیت کیا کرتے تھے۔ سرسید نے یہ احساس دلایا کہ مسلمانوں کو انگریزوں کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔ نتیجے کے طور پر انگریزوں نے ہندوستانی مسلمانوں کی سرپرستی شروع کر دی۔

مسلم تعلیمی ادارے (Muslim Educational Institutions)

انجمن حمایتِ اسلام، لاہور (Anjuman-i-Himayat-i-Islam,Lahore)

انجمن حمایتِ اسلام کی سرگرمیاں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کی جدوجہد کا ایک سلسلہ تھا۔ اس کی بنیاد لاہور میں 1884ء میں رکھی گئی۔ اس کے بانی اور پہلے صدر خلیفہ محمد حمید الدین تھے۔ اس کے بنیادی مقاصد اسلامی روایات کا تحفظ، بچوں کو اسلامی تعلیم کی فراہمی اور مسلم ثقافت کے فروغ کے لیے جدوجہد کرنا تھے۔ اس نے مختلف تعلیمی ادارے قائم کیے اور یتیم خانے بنائے۔ بہت سے تعلیمی ادارے قیامِ پاکستان کے بعد سے کام کر رہے ہیں جن میں مڈل، ہائی سکول اور یتیم خانے شامل ہیں۔ اس نے قرآن و سنت کی کتابیں اور تاریخ اسلام پر مختلف کتب بھی شائع کیں۔

سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی (Sindh Madrassa-tul-Islam, Karachi)

سندھ مدرسۃ الاسلام۔ کراچی

حسن علی آفندی نے سندھ محمڈن ایسوسی ایشن کی نگرانی میں یکم ستمبر 1885ء کو کراچی میں سندھ مدرسۃ الاسلام قائم کیا۔ حسن علی آفندی نے اس مدرسے کے لیے چندہ اکٹھا کرنے کے لیے پورے ملک کا دورہ کیا۔ نواب آف خیرپور نے 12 ہزار روپے کی گرانٹ فراہم کی اور پرنسپل اوراس کے عملے کو اجرت اور تنخواہ دینے کا وعدہ کیا۔ ایک انگریز پرسی ہائیڈ کو مدرسے کا پہلا پرنسپل مقرر کیا گیا۔ اس کالج کے فارغ التحصیل طلبہ میں محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ، سر غلام حسین ہدایت اللہ اور اے کے بروہی شامل ہیں۔ 1943ء میں انتظامی بورڈ نے اس مدرسے کو کالج کی سطح پر اپ گریڈ کیا جس کا سنگِ بنیاد قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا۔ کالج کو یونیورسٹی کے معیار پر اپ گریڈ کر دیا گیا ہے۔

اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور
(Islamia College, Railway Road, Lahore)

اسلامیہ کالج ریلوے روڈ، لاہور

انجمن حمایتِ اسلام نے 1892 میں اسلامیہ کالج لاہور قائم کیا۔ اس نے اپنا کام شیراں والا گیٹ کے قریب عمارت میں شروع کیا۔ یہ ایک تاریخی کالج تھا جو مسلمانوں کے بچوں کو تعلیم فراہم کرتا تھا۔ اس کالج کے طلبہ نے تحریکِ پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کئی بار اس کالج کا دورہ کیا اور طلبہ سے خطاب کیا۔

اسلامیہ کالج پشاور (Islamia College, Peshawar)

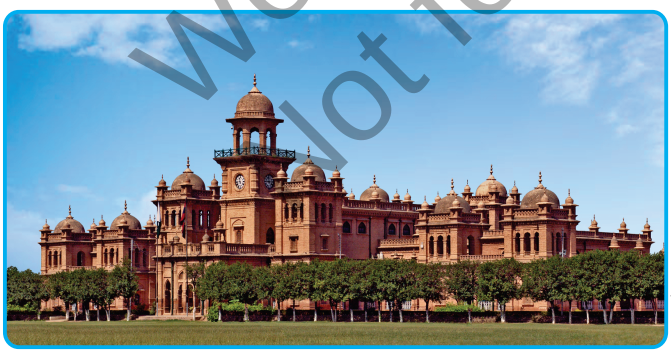

اسلامیہ کالج پشاور

صاحبزادہ عبدالقیوم خان نے علی گڑھ کالج کی طرز پر اسلامیہ کالج پشاور، صوبہ سرحد (خیبر پختون خوا) کی بنیاد رکھی۔ کالج میں صوبہ بھر سے طلبہ آتے تھے۔ کالج کے نامور طلبہ میں سردار عبدالرب نشتر اور ڈاکٹر عبدالجبار خان شامل تھے۔ اس کالج نے مسلمانوں میں قومی شعور پیدا کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ اس لیے صاحبزادہ عبدالقیوم خان صوبہ سرحد کے سرسید کے نام سے جانے جاتے تھے۔

دارالعلوم دیوبند (Darul-Uloom-Deoband)

دارالعلوم دیوبند کی بنیاد 1866ء میں ہندوستان کے ضلع سہارن پور کے ایک چھوٹے سے قصبے دیوبند میں رکھی گئی۔ دارالعلوم دیوبند برطانوی حکومت اور جدید تعلیم کے خلاف تھا۔ یہ اپنے طلبہ کو خالص دینی تعلیم فراہم کرتا تھا۔ دارالعلوم دیوبند میں مختلف ہنر بھی سکھائے جاتے تھے تاکہ اس کے فارغ التحصیل افراد

Web version of PCTB
Not for sale

روزگار حاصل کرسکیں۔
ان میں خطاطی، جلد سازی اور کپڑا بُننا شامل تھے۔ اس نے مسلمانوں کے مذہبی اور تعلیمی اور ثقافتی اثاثوں کی حفاظت کے لیے جدوجہد کی۔

دارالعلوم دیوبند

ندوۃ العلما لکھنؤ (Nadva-tul-Ulema,Lucknow)

ندوۃ العلما لکھنؤ

سید محمد علی کانپوری نے 1894ء میں لکھنؤ میں ندوۃ العلما قائم کیا۔ انھی کو ندوۃ العلما کا پہلا ناظم مقرر کیا گیا۔ مولانا شبلی نعمانی اور عبدالحق حقانی نے اس کے قواعد وضوابط تیار کیے۔ مولانا شبیر کا کردار بہت اہم تھا۔ یہ ادارہ طلبہ کو جدید اور روایتی دونوں طرح کی تعلیم فراہم کرتا تھا۔ پرائمری کی سطح پر طلبہ کو اسلامی تعلیمات کے ساتھ ساتھ سائنس، انگلش اور ہندی کی تعلیم دی جاتی تھی۔ یہ ایک تعلیمی اور اصلاحی ادارہ تھا۔ اس ادارے کے فارغ التحصیل طلبہ نے مسلمانوں کے لیے گراں قدر خدمات سر انجام دیں۔ ممتاز گریجویٹس میں سید سلیمان ندوی اور مولانا عبدالسلام ندوی شامل ہیں۔ علی گڑھ تحریک جدید تعلیم کے لیے تھی، دارالعلوم دیوبند دینی تعلیم کے لیے اور ندوۃ العلما جدید اور دینی تعلیم دونوں کے لیے۔ درمیانی راستے کو اپنا کر انھوں نے بڑے پیمانے پر مسلمانوں کی خدمت کی۔

Web version Not for sale PCTB

اہم نکات (Main Points)

1۔ برصغیر کے لوگ جنگِ آزادی 1857ء میں اپنی نااتفاقی اور انگریزوں کے جدید علوم اور بہتر ٹیکنالوجی کی وجہ سے شکست کھا گئے۔
2۔ سر سید احمد خاں نے 1863ء میں غازی پور میں سائنٹیفک سوسائٹی قائم کی۔
3۔ سر سید احمد خاں نے علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ اردو اور انگریزی میں چھاپنا شروع کیا۔
4۔ ولیم میور کی کتاب کے جواب میں سر سید احمد خاں نے خطباتِ احمدیہ لکھی۔
5۔ سردار عبدالرب نشتر اور عبدالجبار خاں اسلامیہ کالج پشاور کے نامور طلبہ تھے۔
6۔ سر سید احمد خاں نے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی بنیاد 1886ء میں رکھی۔
7۔ انجمن حمایتِ اسلام لاہور 1884ء میں قائم ہوئی۔
8۔ سندھ مدرسۃ الاسلام یکم ستمبر 1885ء کو کراچی میں قائم ہوا۔
9۔ انجمن حمایتِ اسلام نے 1892ء میں اسلامیہ کالج لاہور قائم کیا۔

مشق

سوال نمبر 1: درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے۔

(i) سائنٹیفک سوسائٹی غازی پور میں قائم ہوئی:

(الف) 1859ء میں (ب) 1861ء میں (ج) 1863ء میں (د) 1865ء میں

(ii) سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی کی بنیاد رکھی:

(الف) مولانا ظفر علی خاں (ب) صاحبزادہ عبدالقیوم (ج) سید محمد علی کانپوری (د) حسن علی آفندی

(iii) محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس قائم ہوئی:

(الف) 1885ء (ب) 1886ء (ج) 1888ء (د) 1890ء

(iv) دارالعلوم دیو بند قائم ہوا:

(الف) 1866ء (ب) 1869ء (ج) 1871ء (د) 1873ء

(v) سرسید احمد خاں پیدا ہوئے:

(الف) ڈھاکہ میں (ب) دہلی میں (ج) غازی پور میں (د) کلکتہ میں

سوال 2: درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے۔

(i) سرسید احمد خاں نے علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ کب جاری کیا؟

(ii) سرسید احمد خاں کی لکھی دو کتابوں کے نام تحریر کریں۔

(iii) ندوۃ العلما لکھنؤ کا بانی کون تھا؟

(iv) سرسید احمد خاں کے قائم کردہ پانچ اداروں کے نام لکھیں۔

(v) مذہبی تعلیم کے ضمن میں سرسید احمد خاں کی خدمات پر تین سطریں تحریر کریں۔

سوال 3: درج ذیل سوالات کے تفصیل سے جوابات لکھیے۔

(i) 1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد مسلمانوں کے مذہبی، سیاسی اور تعلیمی حالات پر بحث کریں۔

(ii) مسلمانوں اور انگریزوں کے درمیان سرسید احمد خاں کے مصالحتی کردار کو بیان کریں۔

(iii) پاکستان میں جدید تعلیمی اداروں کی اہمیت بیان کریں۔

(iv) محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے مقاصد اور کردار پر نوٹ لکھیں۔

(v) سرسید احمد خاں کی تعلیمی خدمات قلم بند کریں۔

(vi) ''سرسید احمد خاں کا کردار بطور سماجی مصلح''، تفصیل سے بیان کریں۔

سیکھنے کی سرگرمیاں (Learning Activities)

ٹائم لائن: سرسید احمد خاں کی تحریک کے وقت کی شناخت کے لیے ٹائم لائن استعمال کریں۔

کلاس ڈسکشن: سرسید احمد خاں کے دو قومی نظریہ کے پس منظر میں موجود وجہ پر جماعت میں بحث کا اہتمام کریں۔

کوئز: سرسید احمد خاں پر ایک کوئز تیار کریں۔

پراجیکٹ: کلاس کو دو گروپس میں تقسیم کریں۔ ہر گروپ کو ایک مسلم تعلیمی ادارے کے کردار کو پیش کرنے کے لیے کہیں۔

Web version of PCTB
Not for sale

جنگِ عظیم اوّل اور دوم
(World Wars I and II)

3

حاصلاتِ تعلم (Student's Learning Outcomes)

علم (Knowledge)

اس باب کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- پہلی جنگِ عظیم کی بڑی وجوہات بیان کر سکیں۔
- پہلی جنگِ عظیم کے کچھ واقعات بیان کر سکیں۔
- پہلی جنگِ عظیم میں سلطنتِ عثمانیہ کے کردار کی وضاحت کر سکیں۔
- دوسری عالمی جنگ کے واقعات کی ترتیب بیان کر سکیں۔
- دوسری عالمی جنگ میں ہندوستانیوں کا کردار بیان کر سکیں۔
- سرد جنگ کے واقعات کا خاکہ تیار کر سکیں نیز یہ بیان کر سکیں کہ یہ جنگ کیوں شروع ہوئی۔
- اقوامِ متحدہ کے بنیادی افعال اور اس کے بنیادی اداروں کے بارے میں بتا سکیں۔

مہارتیں (Skills)

اس باب کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- جنگِ آزادی سے لے کر قیامِ پاکستان تک پہلی اور دوسری عالمی جنگوں کے واقعات کو خطِ زمانی سے بیان کر سکیں۔
- پہلی جنگِ عظیم کے بعد جرمنی اور سلطنتِ عثمانیہ کو کن نتائج کا سامنا کرنا پڑا، ان کو پرکھ سکیں۔
- دوسری عالمی جنگ کے واقعات اور نتائج کو ظاہر کرنے کے لیے تنظیمی چارٹ کا استعمال کر سکیں۔
- سرد جنگ کے پاکستان پر اثرات کا جائزہ لے سکیں۔
- امریکا اور سوویت یونین کے مابین سرد جنگ کے حقیقی متاثرین دریافت کر سکیں۔
- اعلیٰ ٹیکنالوجی میں مہارت جس کی بدولت سرد جنگ میں امریکا نے سوویت یونین کو شکست دی، کا تجزیہ کر سکیں۔

Web version of PCTB
Not for Sale

جنگِ عظیم اوّل 1914-1918ء (First World War 1914-1918)

پہلی جنگِ عظیم کو تاریخ کی سب سے بڑی جنگوں میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔ اس کا آغاز جولائی 1914ء میں یورپ سے ہوا۔ یہ نومبر 1918ء تک جاری رہی۔ اس جنگ کے دوران میں 80 لاکھ فوجیوں کے ساتھ ساتھ لاکھوں شہری بھی مارے گئے۔ یہ جنگ ایک مقامی جنگ سے شروع ہوئی لیکن بعد ازاں اس نے دنیا کے 32 ممالک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا جن میں امریکا، مشرقِ وسطیٰ اور یورپ کے بیشتر ممالک شامل تھے۔ بڑی طاقتیں درج ذیل تھیں:-

محوری طاقتیں: جرمنی، آسٹریا۔ ہنگری، بلغاریہ اور ترکیہ۔

اتحادی طاقتیں: برطانیہ، فرانس، روس، اٹلی جاپان اور 1917ء سے امریکا بھی شامل ہو گیا۔

جنگِ عظیم اوّل کی وجوہات (The Causes of the First World War)

پہلی جنگ عظیم کی چند اہم وجوہات ذیل میں درج ہیں:۔

1۔ فوجی اتحاد (Military Alliances)

پہلی جنگ عظیم کی ایک اہم وجہ یورپی ممالک کے درمیان فوجی اتحادی نظام تھا۔ یورپ دو مسلح کیمپوں میں تقسیم تھا۔ جرمنی، اٹلی اور آسٹریا و ہنگری نے سہ فریقی اتحاد بنایا۔ برطانیہ، فرانس، جاپان اور روس نے سہ فریقی اتحاد کی تشکیل کی۔ بعد ازاں دنیا کے متعدد ممالک نے دونوں کیمپوں میں شمولیت اختیار کی۔ دونوں کیمپ ایک دوسرے سے نفرت اور شکوک وشبہات کا شکار تھے۔ 1912ء تک یہ کیمپ اپنی فوجی تیاریاں مکمل کر چکے تھے۔ وہ ایک معمولی واقعہ تھا جس سے جنگِ عظیم اوّل 1914ء کی چنگاری بھڑک اٹھی۔

آرک ڈیوک فرانسس فرڈینٹ

2۔ نوآبادیوں کے لیے مقابلہ (Competition for Colonies)

اس وقت یورپ کے ممالک میں کالونیوں کی دیوانہ وار دوڑ لگی ہوئی تھی۔ اس معاملے پر برطانیہ اور جرمنی کے درمیان سخت دشمنی تھی۔ جرمنی ایک نیا ملک تھا اور نوآبادیوں میں اپنا حصہ چاہتا تھا۔ جرمنی کی طرف سے افریقہ اور مشرقِ وسطیٰ میں برطانوی نوآبادیوں کو خطرہ تھا۔ اس سے دونوں قوموں کے درمیان عداوت پیدا ہوگئی۔

3۔ اقتصادی وجہ (Economic Cause)

صنعتی انقلاب نے یورپی ممالک خاص طور پر فرانس برطانیہ اور جرمنی کے درمیان بیرونی منڈیوں میں اپنی مصنوعات کی فروخت کو فروغ دینے کے لیے عداوت پیدا کردی۔ وہ وسائل اور خام مال کے کنٹرول پر جھگڑتے رہے تھے۔ اس معاشی دشمنی نے حالات کو مزید خراب کر دیا۔

4۔ فوجی تیاریاں (Military Preparations)

یورپ کے ممالک کی معاشی دشمنی نے ہتھیاروں کی دوڑ شروع کردی۔ وہ ممکنہ جنگ کے پیشِ نظر اپنی فوجی تیاریوں پر زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے لگے۔ اس صورتِ حال نے عالمی امن کے لیے ایک سنگین خطرہ پیدا کر دیا۔

5۔ قوم پرستی (Nationalism)

اپنے ملک سے محبت کو قوم پرستی کہتے ہیں۔ قوم پرستی کی بنیاد پر یورپی ممالک ایک دوسرے سے نفرت کرتے تھے۔ اخبارات نے بھی قوم پرستی کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا۔

6۔ فوری وجہ (Immediate Cause)

1914 میں آسٹریا۔ ہنگری کے تخت کے وارث آرک ڈیوک فرانسس فرڈینٹ کا قتل پہلی جنگ عظیم کا فوری سبب ثابت ہوا۔ مئی 1914ء میں شہزادہ اپنی بیوی کے ہمراہ بوسنیا کے دورے پر تھا۔ بوسنیا کے صوبے کا آسٹریا کی سلطنت سے الحاق کیا گیا تھا جو کہ سربیا کو ناپسند تھا۔ دونوں کو سربین طالب علم نے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔

Web version of PCTB
Not for sale

جنگِ عظیم اوّل کے اہم واقعات (Main Events of World War-I)

آسٹریا نے جولائی 1914 میں سربیا کے خلاف جنگ کا اعلان کیا اور جنگ شروع ہوگئی۔ روس نے سربیا کی حمایت کی چنانچہ جرمنی نے یکم اگست 1914ء کو روس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ 3/اگست 1914ء کو جرمنی نے فرانس اور بیلجیئم کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ اٹلی شروع میں جنگ میں شامل نہ ہوا۔

جرمنی نے 4/اگست 1914ء کو بیلجیئم پر حملہ کر کے جنگ کا آغاز کر دیا۔ ردِعمل کے طور پر برطانیہ نے جرمنی کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔

جنگِ عظیم اوّل کے بحری جہاز

جنگِ عظیم اوّل کے لڑاکا طیارے

جرمنی کا منصوبہ پہلے فرانس اور پھر روس کو تباہ کرنا تھا اور اس کے بعد برطانیہ پر قبضہ کرنا تھا۔ لیکن جرمنی کی پیش قدمی کو اتحادیوں نے ستمبر 1914ء میں مارن کی جنگ میں روک دیا۔ اس جنگ نے جرمنی کی فتح کے امکانات کو ختم کر دیا۔ ترکی نومبر 1914ء میں جنگ میں شامل ہوا۔ افریقہ میں جرمن نوآبادیوں پر برطانیہ نے قبضہ کر لیا۔ 1916ء میں جرمنی کو وارڈن کی جنگ میں بُری طرح شکست ہوئی۔ 1917ء میں محوری طاقتوں نے پولینڈ، رومانیہ اور سربیا پر قبضہ کر لیا۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

گرلز گائیڈز اور بوائے سکاؤٹس نے فوجیوں کے زخموں کے لیے بنیادی طبی ساز و سامان بنایا جیسے کہ پٹیاں اور کھپچیاں۔ وہ سبزیاں اگانے اور دودھ پہنچانے کا کام بھی کرتے تھے۔

مشرقی محاذ پر جرمنی نے روسی فوجوں کو شکست دی اور کچھ علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ لیکن 1917ء میں روسی انقلاب کی وجہ سے روسی حکومت نے جرمنی کے ساتھ جنگ بندی کر لی۔ 1917ء میں جاپان نے محوری طاقتوں کے خلاف جنگ کا اعلان کیا اور جرمن نوآبادیوں پر قبضہ کر لیا۔ اٹلی نے 1917ء میں اتحادیوں میں شمولیت اختیار کی اور آسٹریا اور جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔

امریکا پہلی جنگ عظیم میں اس وقت داخل ہوا جب جرمن آبدوزوں نے امریکی تجارتی بحری جہاز ڈبو دیے۔

دریافت کریں

جرمنی نے 1918ء میں جس معاہدے پر دستخط کیے اس کا نام لکھیں۔

امریکا نے اپریل 1917ء میں جرمنی کے خلاف جنگ کا اعلان کیا اور اتحادیوں میں شامل ہو گیا۔ امریکی شمولیت کی وجہ سے اتحادی طاقتور ہو گئے۔ جرمنی کی پیرس پر قبضہ کرنے کی آخری کوشش ناکام ہو گئی۔ 1918ء میں اتحادیوں کو فتح حاصل ہوئی۔ اتحادیوں نے جرمنی، آسٹریا۔ ہنگری، ترکیہ اور بلغاریہ کے

Web version of PCTB
Not for sale

ساتھ الگ الگ معاہدوں پر دستخط کیے۔

جنگ عظیم اوّل کے نتائج (Consequences of the First World War)

اتحادیوں نے مستقبل میں عالمی امن کو برقرار رکھنے کے لیے لیگ آف نیشنز بنائی۔ اقوام عالم کے تنازعات کو پر امن طریقے سے حل کرنے کے لیے عالمی عدالتِ انصاف قائم کی گئی۔ اس جنگ کے بعد آسٹریا۔ہنگری، روسی اور عثمانی سلطنتیں بکھر گئیں۔ روس USSR (یونین آف سویت سوشلسٹ ریپبلکس) بن گیا۔ جنگ کے بعد یورپ نے آسٹریا، چیکوسلواکیہ اور ہنگری کی تین آزاد ریاستوں کا ظہور دیکھا۔ جرمنی کے ساتھ معاہدہ، معاہدۂ ورسلز کے نام سے معروف ہے جس پر نومبر 1918ء میں پیرس میں دستخط ہوئے۔ اس معاہدے کے تحت پہلی جنگ عظیم کا واحد ذمہ دار جرمنی کو ٹھہرایا گیا۔ جرمنی کا حجم ایک آٹھواں کم کر دیا گیا۔ تمام جرمن نوآبادیاں چھین لی گئیں۔ اس کی فوج کم کر دی گئی اور اس کی بحری فوج کو ختم کر دیا گیا۔

جنگِ عظیم اوّل کے ٹینک

جنگ عظیم اوّل کے بحری جہاز

جنگ عظیم اوّل میں سلطنتِ عثمانیہ کا کردار (Role of the Ottoman Empire in World War-I)

سلطنت عثمانیہ ایک مسلم ریاست تھی جو 1299ء سے 1923ء کے درمیان مختلف صورتوں میں موجود رہی۔ سلطنت عثمانیہ کا مرکز ترکیہ اور جنوب مشرقی یورپ میں تھا اور صدیوں تک اس کا دارالحکومت قسطنطنیہ تھا جسے موجودہ وقت میں استنبول کہا جاتا ہے۔

جب 1914 میں پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی تو سلطنت عثمانیہ نے جرمنی، آسٹریا۔ہنگری اور دیگر ریاستوں کے ساتھ اتحاد کر لیا جنھوں نے محوری طاقتوں کی تشکیل کی۔

دریافت کریں

سلطنتِ عثمانیہ کب جنگِ عظیم اوّل میں شامل ہوئی؟

محوری طاقتوں نے اتحادی طاقتوں کے خلاف جنگ لڑی جو فرانس، روس، برطانیہ اور آخر میں ریاست ہائے متحدہ امریکا پر مشتمل تھیں۔

پہلی جنگ عظیم میں عثمانیوں کی شمولیت اکتوبر 1914 میں اڈیسہ کی جنگ سے شروع ہوئی جب عثمانی بحریہ نے بحیرہ اسود کے روسی بحری بیڑے اور روس کے زیر تسلط اڈیسہ شہر کی بندرگاہ پر حملہ کیا۔ اس نے روس اور دیگر اتحادی طاقتوں کو عثمانیوں کے خلاف اعلان جنگ کرنے پر اکسایا۔ عثمانیوں نے جنگ میں داخل ہو کر ایک عبرت ناک غلطی کی تھی۔ شاید انھیں یقین تھا کہ محوری طاقتیں فتح یاب ہوں گی۔ انھوں نے محسوس کیا کہ یہ زمین اور طاقت حاصل کرنے کا نادر ترین موقع ہے۔ کسی بھی صورت یہ نتیجہ ان کی امیدوں کے مطابق نہ نکلا۔ اگرچہ انھوں نے 1916 میں گیلی پولی کی جنگ میں ایک بڑی فتح حاصل کی

Web version PCTB Not for sale

لیکن یہ جنگ ان کے لیے تباہی کا باعث بنی۔

سلطنتِ عثمانیہ کا زوال (Fall of the Ottoman Empire)

جنگِ عظیم اوّل میں عثمانی فوج

1915ء کے آغاز ہی میں اتحادی سلطنتِ عثمانیہ کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی منصوبہ بندی کر رہے تھے۔ معاہدہ قسطنطنیہ کے تحت جو اتحادی طاقتوں کے درمیان ایک خفیہ معاہدہ تھا یہ فیصلہ ہوا کہ فتح کی صورت میں قسطنطنیہ اور عثمانی سلطنت کے دوسرے حصوں کو روس کو دے دیا جائے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا کیونکہ روس میں انقلاب برپا ہو گیا جس کے نتیجے میں روس جنگِ عظیم اوّل سے جلد دستبردار ہو گیا۔ اسی طرح سائکس پیکاٹ، معاہدہ جس کی توثیق 1916ء میں کی گئی، نے سلطنتِ عثمانیہ کی تقسیم کا منصوبہ تجویز کیا۔

جنگ عظیم دوم 1939-1945ء (The Second World War 1939-1945)

جنگ عظیم دوم تاریخ کی سب سے بڑی جنگ تھی۔ اس کے نتیجے میں تقریباً 40 سے 50 ملین لوگ مارے گئے۔ جنگِ عظیم اول کے برعکس یہ جنگ دنیا کے قریباً ہر علاقے میں لڑی گئی۔ اس جنگ کے مندرجہ ذیل دو اہم دعوے دار تھے:

اتحادی طاقتیں (The Allies)

برطانیہ اور اس کی نوآبادیاں جس میں ہندوستان بھی شامل تھا، فرانس، یو ایس ایس آر، امریکا، چین اور دوسرے ممالک۔

محوری طاقتیں (The Axis Powers)

جرمنی، اٹلی اور جاپان۔

دوسری جنگ عظیم کی اہم وجوہات (The Causes of the Second World War)

دوسری جنگِ عظیم کی اہم وجوہات درج ذیل تھیں:

1۔ ورسلز کا معاہدہ (Treaty of Versailles)

ایڈ ولف ہٹلر

ورسلز کے معاہدے کی دفعات اتنی سخت اور ذلت آمیز تھیں کہ اس نے جرمنوں کو بدلہ لینے کی ترغیب دی۔ اس معاہدے نے جرمنی کو اس کی تمام غیر ملکی کالونیوں سے محروم کر دیا تھا۔ جرمنی کو اپنی فوج کو غیر مسلح کرنے اور پہلی جنگ عظیم شروع کرنے کے نقصانات کی تلافی کرنے پر مجبور کیا گیا۔ اس طرح جرمنوں کے قومی جذبات مجروح ہوئے۔ ایڈ ولف ہٹلر نے اس ذلت کا بدلہ لینے کے لیے اپنے لوگوں میں قوم پرستی کا جذبہ ابھارا۔ بجا طور پر کہا جاتا ہے کہ اس معاہدے نے دوسری جنگ عظیم کے بیج بوئے تھے۔

Web version of PCTB
Not for sale

2۔ اٹلی اور جرمنی میں آمریت کا عروج (Rise of Dictatorship in Italy and Germany)

ورسلز معاہدے کے ردِعمل کے طور پر اٹلی میں فاشزم اور جرمنی میں نازی ازم کا تصور ابھرا۔ اٹلی میں بینیٹو مسولینی نے 1919ء میں فاشسٹ پارٹی کی بنیاد رکھی۔ اس نے اپنے لوگوں سے اٹلی کی قدیم تصویر کی عظمت کو بحال کرنے کا وعدہ کیا۔

جرمنی میں نازی ازم کا مقصد ورسلز کے معاہدے کی دفعات کو ختم کرنا تھا۔ دونوں نے جارحانہ منصوبے اپنائے اور اپنے لوگوں کو دوسری جنگ عظیم میں دھکیل دیا۔

3۔ لیگ آف نیشنز (League of Nations)

لیگ آف نیشنز 1920ء میں امن معاہدوں کے تحت قائم کی گئی تھی جن سے پہلی جنگ عظیم ختم ہوئی تھی۔ اس کا مقصد اقوام کو اپنے تنازعات پر امن طریقے سے حل کرنے میں مدد کرنا تھا۔ لیکن یہ بڑے سیاسی مسائل کو حل کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکی۔ لیگ کے رکن ممالک اس کے اصولوں کی خلاف ورزی کرتے رہے۔ نتیجے کے طور پر لیگ آف نیشنز دوسری عالمی جنگ کو روک نہیں سکی۔

دریافت کریں:
لیگ آف نیشنز کیوں ناکام ہوئی؟

4۔ فوری وجہ (Immediate Cause)

ستمبر 1939ء میں جرمنی نے پولینڈ سے ڈینزگ بندرگاہ ان کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا جسے ورسلز کے معاہدے کے تحت ایک آزاد بندرگاہ والا شہر بنایا گیا تھا۔ پولینڈ کے جواب کا انتظار کیے بغیر جرمنی نے پولینڈ پر حملہ کر کے ڈینزگ پورٹ پر قبضہ کرلیا۔ فرانس اور برطانیہ نے 3 ستمبر 1939ء کو جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اور دوسری جنگ عظیم شروع ہوگئی۔

جنگِ عظیم دوم کے ٹینک

جنگِ عظیم دوم کے لڑاکا طیارے

واقعات (Events)

دوسری جنگ عظیم کے آغاز میں محوری طاقتوں نے بڑی فتوحات کا ایک سلسلہ جیتا تھا۔ پولینڈ کو جرمنی اور روس کے درمیان تقسیم کر دیا گیا۔ بعد میں روس نے فن لینڈ، اسٹونیا، لٹویا اور لتھوانیا پر قبضہ کرلیا۔ اپریل 1940ء میں جرمن افواج نے ڈنمارک، ناروے، ہالینڈ اور بیلجیئم پر قبضہ کرلیا۔ 1940ء میں فرانس پر جرمنی نے حملہ کیا۔ فرانس کی شکست کے بعد اٹلی جنگ میں داخل ہوا۔ اس نے یونان پر حملہ کیا اور جرمنی نے یوگوسلاویہ پر قبضہ کرلیا۔

7 دسمبر 1941ء کو جاپان نے پرل ہاربر پر حملہ کیا۔ اس واقعہ کی وجہ سے امریکا نے جاپان اور جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ اس کے فوراً بعد جاپان نے ہانگ کانگ، فلپائن، سنگاپور اور برما پر قبضہ کرلیا۔ دوسری جنگِ عظیم میں امریکا کے داخل ہونے سے اتحادی مزید طاقتور ہو گئے۔ اتحادیوں نے جوابی حملوں کا منصوبہ بنایا۔ فلپائن، لیبیا اور دیگر افریقی ممالک پر ان کا دوبارہ قبضہ ہوگیا۔ انھوں نے ستمبر 1943ء میں اٹلی کو شکست دی۔

اتحادی افواج نے 1944ء میں فرانس پر قبضہ کر لیا۔ جرمنی اتحادیوں میں گھرا ہوا تھا۔ اپریل 1945ء میں ہٹلر نے خودکشی کر لی۔ اگلے مہینے جرمنی نے ہتھیار ڈال دیے۔ جرمنی کی شکست کے بعد امریکا نے 6 اگست 1945ء کو جاپان کے شہر ہیروشیما پر ایٹم بم گرایا جس میں ہزاروں لوگ مارے گئے۔ جاپان کی

کیا آپ جانتے ہیں؟

پرل ہاربر جزیرہ اوہو (ہوائی، امریکا) پر واقع ایک امریکی ساحلی جھیل کی بندرگاہ ہے۔

جاپان کا پرل ہاربر پر حملہ

طرف سے ہتھیار ڈالنے سے انکار پر امریکا نے 9 اگست 1945ء کو ناگاساکی پر ایک اور ایٹم بم گرا دیا جس سے بہت زیادہ جانی اور املاک کا نقصان ہوا۔ 14 اگست 1945ء کو جاپان نے ہتھیار ڈال دیے اور ستمبر 1945ء میں جنگِ عظیم دوم ختم ہوگئی۔

جنگِ عظیم دوم کے نتائج (Consequences of the Second World War)

دنیا میں جمہوری نظریات کو فروغ دیا گیا۔ جرمنی دو حصوں مغربی جرمنی اور مشرقی جرمنی میں تقسیم کر دیا گیا۔ مغربی جرمنی پر برطانیہ فرانس اور امریکا نے قبضہ کیا اور مشرقی جرمنی پر سوویت یونین نے قبضہ کیا۔

جنگِ عظیم دوم کے اختتام پر دنیا دو بلاکوں میں تقسیم ہوگئی۔ روسی بلاک نے کمیونزم کی حمایت کی۔ روس نے مشرقی یورپ کے چند ممالک میں کمیونسٹ حکومتیں قائم کرا دیں۔ امریکی بلاک نے جمہوریت کی حمایت کی۔ دو سپر پاور امریکا اور یو ایس ایس آر کے ابھرنے سے ان کے درمیان سرد جنگ کا دور شروع ہوا جو 1991ء میں ختم ہوا۔

ایک اور اثر اتحادی ممالک کی طرف سے اقوام متحدہ کی تنظیم کا قیام تھا۔ یہ 24 اکتوبر 1945ء کو معرضِ وجود میں آئی۔ اقوامِ متحدہ کا بنیادی مقصد اگلی نسلوں کو جنگ کی ہولناکیوں سے بچانا اور دنیا میں امن و امان کا قیام تھا۔

دوسری جنگ عظیم میں ہندوستانیوں کا کردار (Role of Indians in World War-II)

جب 1939ء میں دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی تو برطانوی حکومت کو ہندوستانیوں کی حمایت کی ضرورت تھی۔ ہندوستان کے وائسرائے لارڈ لنلتھگو نے قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ اور گاندھی کو مذاکرات کی دعوت دی کیونکہ وہ ہندوستان میں اتحاد اور امن کا ماحول چاہتا تھا۔ برطانوی حکومت اس حقیقت کو جان چکی تھی کہ مسلمانوں، ہندوؤں اور سکھوں کی مدد کے بغیر وہ جنگ نہیں جیت سکتے۔ اس لیے برطانوی حکومت نے مقامی لوگوں کو بہت سی رعایتیں دیں اور برصغیر کے مقامی باشندوں نے برطانوی حکومت کو بہت سی خدمات پیش کیں۔ اس سے انگریزوں کے رویے میں نرمی آئی۔ برطانوی حکومت نے ہندوستان کو آزادی دینے کا فیصلہ کر لیا۔ اس طرح دوسری جنگِ عظیم نے دنیا پر بہت زیادہ اثرات مرتب کیے۔

Web version of PCTB
Not for sale

سرد جنگ (The Cold War)

امریکا اور سوویت یونین کے درمیان یہ تنازعہ جنگِ عظیم دوم کے بعد سرد جنگ کے نام سے جانا جاتا ہے کیونکہ دونوں میں سے کسی نے بھی ایک دوسرے پر براہ راست حملہ نہیں کیا۔ وہ حریف بن گئے کیونکہ ہر ملک دوسرے کو بہت زیادہ طاقت حاصل کرنے سے روکنے کی کوشش کرتا تھا۔

پس منظر (Background)

دوسری جنگ عظیم کے دوران میں سوویت یونین نے مشرقی یورپ کے بہت سے ممالک کو نازی جرمنی سے آزاد کروایا۔ اس جنگ کے بعد سوویت یونین ان ممالک پر قابض رہا اور ان کو اپنا اشتراکی معاشی نظام اپنانے پر مجبور کیا۔ امریکا نہیں چاہتا تھا کہ کمیونزم یورپ کے دوسرے ممالک میں پھیلے۔ وہ مغربی اور یورپی ممالک کو بھی بطور اتحادی اپنے ساتھ ہی رکھنا چاہتا تھا۔

اتحاد (Alliance)

1949ء میں امریکا اور اس کے یورپی اتحادیوں نے نارتھ اٹلانٹک ٹریٹی آرگنائزیشن (NATO) بنائی تاکہ حملے کی صورت میں ہر ایک ملک کی حفاظت ہو۔ سوویت یونین اور اس کے مشرقی یورپی اتحادیوں نے اپنا اتحاد بنایا اور 1955ء میں وارسا کا معاہدہ کیا۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

سرد جنگ امریکا اور سوویت یونین اور ان کے اتحادیوں میں ایک سیاسی عداوت تھی جو دوسری عالمی جنگ کے بعد شروع ہوئی۔

سرد جنگ کا آغاز (The Beginning of the Cold War)

جنگِ عظیم دوم کے اختتام پر جرمنی کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ امریکا، برطانیہ، فرانس اور سوویت یونین ہر ایک حصے کو کنٹرول کرتے تھے۔ 1948ء میں تین مغربی طاقتوں نے اعلان کیا کہ وہ اپنے علاقوں کو یکجا کر دیں گے۔ تب سوویت یونین نے مغربی برلن شہر تک سڑک اور ریل کی سپلائی کے راستے منقطع کر دیے۔ جواب میں امریکا اور برطانیہ ہوائی جہاز کے ذریعے سے سامان پہنچانے لگے۔ یہ برلن ایئر لفٹ تھی۔ سوویت یونین نے 12 مئی 1949ء کو اپنی ناکہ بندی ختم کر دی۔

بعد ازاں مشرقی برلن سے بہت سے لوگ سوویت یونین کے کنٹرول سے بچنے کے لیے مغربی برلن چلے گئے۔ 1961ء میں مشرقی جرمن حکومت نے (نقل مکانی) کی اس تحریک کو روکنے کے لیے مغربی برلن کے گرد دیوار تعمیر کر دی۔ دیوارِ برلن سرد جنگ کی ایک علامت بن گئی۔ یہ سرد جنگ جلد ہی یورپ سے آگے تک پھیل گئی۔ سوویت یونین نے دنیا کے دیگر ممالک، جن میں کمیونسٹ حکومتیں تھیں، کو مدد فراہم کی۔ اسی دوران میں امریکا نے کمیونزم کو مزید پھیلنے سے روکنے کے لیے کوششیں کیں۔

1950ء کی دہائی میں کوریا کی جنگ، 1960ء کی دہائی میں ویت نام کی جنگ اور 1970ء کی دہائی میں افغان حملہ، سرد جنگ کا حصہ تھے۔ دیگر لڑائیاں مغربی نصف کرہ میں لڑی گئیں۔

سرد جنگ کا اختتام (End of the Cold War)

1970ء کی دہائی میں امریکا اور سوویت یونین نے معاہدے پر دستخط کیے تاکہ نیوکلیئر ہتھیاروں کی تعداد جو ہر ایک کے پاس تھی کو محدود کیا جائے۔ باقی

Web version of PCTB
Not for sale

تبدیلیاں تب آئیں جب میخائل گورباچوف نے سوویت یونین میں 1985ء میں اقتدار حاصل کیا۔ اس نے معاشی نظام کی تنظیمِ نو کی کوشش کی اور گلاسناسٹ یعنی آزاد معیشت کی حوصلہ افزائی کی۔ 1989ء میں برلن کی دیوار توڑ دی گئی۔ معاہدہ وارسا 1991ء میں ختم ہو گیا اور اسی سال کے آخر میں سوویت یونین خود 15 الگ ریاستوں میں تقسیم ہو گیا۔ نتیجتاً کمیونسٹ حکومت بہت سے ممالک میں ختم ہو گئی جس سے سرد جنگ بھی ختم ہو گئی۔

پاکستان پر سرد جنگ کے نتائج (Consequences of the Cold War on Pakistan)

پاکستان سرد جنگ میں کسی بلاک کا اتحادی بننے کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ تاہم پاکستان امریکا اور اس کے اتحادیوں کا اتحادی بن گیا۔ پاکستان نے سیٹو اور سینٹو میں شمولیت اختیار کی۔ اس کی وجہ بھارت کا پاکستان کے خلاف ڈیزائن اور پاکستان کی کمزور معاشی حالت تھی۔ پاکستان نے مغربی اتحادیوں کے ساتھ شرکت سیاسی، معاشی اور نظریاتی وجوہات کے باعث کی۔ پاکستان نے سوویت یونین کے خلاف 1980ء کی دہائی میں اس کے افغانستان پر حملے میں مغرب اور مجاہدین کی مدد کی اور امریکا و برطانیہ نے پاکستان کو امداد دی۔

دریافت کریں

سیٹو اور سینٹو سے کیا مراد ہے؟

سینٹو کا لوگو

سیٹو کا لوگو

اقوامِ متحدہ (The United Nations Organization)

اقوامِ متحدہ ایک بین الاقوامی تنظیم ہے۔ یہ 24 اکتوبر 1945ء میں قائم ہوئی۔ اس کا بنیادی مقصد اگلی نسلوں کو جنگ کی ہولناکیوں سے بچانا اور دنیا میں امن و امان قائم کرنا ہے۔ یہ لیگ آف نیشنز کی جانشین ہے۔ آج دنیا کے تقریباً ہر ملک کی اقوامِ متحدہ میں نمائندگی موجود ہے۔ اس کا ہیڈ کوارٹر امریکا کے شہر نیویارک میں ہے۔ موجودہ دور میں تقریباً 193 ممالک اقوامِ متحدہ کے رکن ہیں۔

اقوامِ متحدہ کا لوگو

اقوامِ متحدہ کے ادارے (Main Bodies of the United Nations)

اقوامِ متحدہ کا چارٹر اقوامِ متحدہ کا آئین ہے۔ چارٹر کے مطابق چھے بڑے ادارے قائم کیے گئے ہیں جن میں جنرل اسمبلی، سلامتی کونسل، سیکرٹریٹ، عالمی عدالتِ انصاف، اقتصادی و سماجی کونسل اور ٹرسٹی شپ کونسل شامل ہیں۔ ٹرسٹی شپ کونسل 1994ء سے غیر فعال ہو چکی ہے۔

1۔ جنرل اسمبلی (The General Assembly)

ایک بنیادی ادارہ ہے جس میں تمام اراکین کو مساوی نمائندگی حاصل ہے۔ اس کا ہیڈ کوارٹر نیویارک شہر میں ہے۔ اس کی ذمہ داریوں میں اقوامِ متحدہ کا بجٹ، سلامتی کونسل کے تبدیل ہونے والے ارکان کا تقرر اور غیر پابند قرار دادیں پاس کرنا ہے جو بین الاقوامی برادری کی رائے کا اظہار ہیں، شامل ہیں۔

Web Version of PCTB
Not for sale

اقوامِ متحدہ کا صدر دفتر، نیویارک (امریکا)

دریافت کریں

حق استرداد (Veto Power) سے کیا مراد ہے؟

2۔ سلامتی کونسل (The Security Council)

اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل پر بین الاقوامی سلامتی کو برقرار رکھنے کی ذمہ داری عائد ہے۔ یہ امن کے مشن کی اجازت دیتی ہے۔ اقوامِ متحدہ کے نئے ارکان کو قبول کرتی ہے اور چارٹر میں تبدیلیوں کو منظور کرتی ہے۔ اس کونسل کے 15 اراکین ہیں جن میں سے پانچ مستقل ہیں۔ مستقل اراکین فرانس، انگلینڈ، چین، روس اور امریکا ہیں۔ ان کے پاس حق استرداد (Veto Power) ہے۔

3۔ سیکریٹریٹ (The Secretariat)

سیکرٹیریٹ اقوامِ متحدہ کا ایک انتظامی شعبہ ہے جس پر اس کے طے شدہ اداروں کی طرف سے مقرر کردہ پالیسیوں کو نافذ کرنے کی ذمہ داری ہے۔ اس کا سربراہ، سیکرٹری جنرل، اقوامِ متحدہ کا اعلیٰ عہدے دار ہوتا ہے۔ سیکریٹریٹ امریکا کے شہر نیویارک میں واقع ہے۔

4۔ بین الاقوامی عدالت انصاف (The International Court of Justice)

بین الاقوامی عدالتِ انصاف نیدرلینڈ کے شہر ہیگ میں قائم ہے۔ اس کا بنیادی کام بین الاقوامی قانون کے مطابق رکن ممالک کی طرف سے پیش کردہ تنازعات کو حل کرنا اور اقوامِ متحدہ کے اداروں کی جانب سے پیش کردہ قانونی سوالات پر مشاورتی آرا جاری کرنا ہے۔ یہ 15 ججوں پر مشتمل ہوتی ہے۔

5۔ معاشی اور سماجی کونسل (The Economic and Social Council)

معاشی و سماجی کونسل اقوامِ متحدہ کی 15 خصوصی ایجنسیوں کی سرگرمیوں کو مربوط کرتی ہے۔ یہ انسانی حقوق کو آگے بڑھانے اور لوگوں کی زندگی کو بہتر بنانے میں مدد کرنے کے لیے کام کرتی ہے۔

6۔ ٹرسٹی شپ کونسل (The Trusteeship Council)

چارٹر نے ٹرسٹی شپ کونسل قائم کی تاکہ ان چند علاقوں پر نظر رکھی جا سکے جو 1945ء میں اقوامِ متحدہ کے قیام کے وقت خود مختار نہیں تھے۔

Web version of PCTB
Not for sale

سلامتی کونسل کا ایک منظر

کیا آپ جانتے ہیں؟

اقوامِ متحدہ کی بنیاد کس نے رکھی؟ جب جنگِ عظیم دوم اپریل 1945ء میں اختتام پذیر ہو رہی تھی تو 50 ممالک کے نمائندے ایک بین الاقوامی ادارے کے قیام کے لیے سان فرانسسکو، امریکا میں اکٹھے ہوئے تاکہ مزید کسی عالمی جنگ سے بچا جا سکے۔ بحث و تمحیص کے ایک سلسلے کے بعد شرکا نے اتفاقِ رائے کیا اور اقوامِ متحدہ کے چارٹر پر دستخط کیے۔ اس چارٹر کے مطابق اقوامِ متحدہ کا قیام 24 اکتوبر 1945ء کو عمل میں آیا۔

اقوامِ متحدہ کی خصوصی ایجنسیاں (Specialized Agencies of the United Nations)

اقوامِ متحدہ کی کئی خصوصی ایجنسیاں ہیں۔ یہ ایجنسیاں خود مختار ادارے ہیں اور اقوامِ متحدہ کے تحت کام کرتے ہیں۔ ان میں سے کچھ بہت مشہور ایجنسیاں اور ان کے کام ذیل میں دیے گئے ہیں:۔

(1) فوڈ اینڈ ایگریکلچر آرگنائزیشن (FAO)، جو بھوک اور غربت کے خلاف لڑتی ہے۔

(2) عالمی ادارہ صحت (WHO)، جو بنی نوع انسان کی بہتر صحت کے لیے کام کرتا ہے۔

Web version of PCTB
Not for sale

(3) بین الاقوامی مالیاتی فنڈ (IMF)، جو دنیا کے ممالک کی اقتصادی ترقی کو فروغ دینے میں مدد کرتا ہے۔
(4) بین الاقوامی مزدور تنظیم (ILO)، جو دنیا کے مزدوروں کی بہتری کے لیے کوشش کرتی ہے۔
(5) اقوام متحدہ کی تعلیمی اور سائنسی اور ثقافتی تنظیم (UNESCO)، جو اقوام متحدہ کے اراکین کے درمیان تعلیم، ثقافت اور سائنسی تحقیق کے فروغ کے لیے کام کرتی ہے۔
(6) عالمی بینک (World Bank)، جس کا مقصد دنیا بھر میں غربت کو کم کرنا اور معیارِ زندگی کو بلند کرنا ہے۔

اہم نکات (Main Points)

1۔ پہلی عالمی جنگ کو تاریخ کی بڑی جنگوں میں شمار کیا جاتا ہے۔
2۔ پہلی عالمی جنگ جولائی 1914ء سے نومبر 1918ء تک قائم رہی۔
3۔ سلطنتِ عثمانیہ ایک مسلمان ریاست تھی جو 1299ء سے 1923ء تک قائم رہی۔
4۔ دوسری عالمی جنگ ستمبر 1939ء سے ستمبر 1945ء تک جاری رہی۔
5۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد دنیا دو بلاکوں میں تقسیم ہو گئی۔ امریکی بلاک اور روسی بلاک۔
6۔ دوسری جنگِ عظیم کی وجہ سے برطانوی حکومت نے ہندوستان کو آزاد کرنے کا فیصلہ کیا۔
7۔ اقوامِ متحدہ 1945ء میں قائم ہوئی۔
8۔ اقوامِ متحدہ کے بے شمار خصوصی ادارے ہیں جو خود مختار اداروں کی صورت میں اقوامِ متحدہ کے زیرِ اہتمام کام کر رہے ہیں۔
9۔ پاکستان نے مئی 1954ء میں سیٹو اور 1955ء میں سینٹو میں شمولیت اختیار کی۔
10۔ ایف اے او (FAO)، ڈبلیو ایچ او (WHO)، آئی ایم ایف (IMF)، آئی ایل او (ILO)، یونیسکو (UNESCO)، اور ورلڈ بنک (World Bank) اقوامِ متحدہ کے خصوصی ادارے ہیں۔

مشق

سوال نمبر 1: درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے۔

(i) پہلی عالمی جنگ شروع ہوئی:
(الف) 1910ء (ب) 1912ء (ج) 1914ء (د) 1916ء

(ii) دوسری جنگِ عظیم شروع ہوئی:
(الف) 1933ء (ب) 1935ء (ج) 1937ء (د) 1939ء

(iii) سرد جنگ کے درمیان شروع ہوئی:
(الف) امریکا اور انگلینڈ (ب) امریکا اور سوویت یونین (ج) روس اور یورپ (د) انگلینڈ اور فرانس

Web version of PCTB Not for sale

(iv) اقوامِ متحدہ قائم ہوئی:

(الف) 1942ء (ب) 1943ء (ج) 1944ء (د) 1945ء

(v) عالمی عدالتِ انصاف کا مرکزی دفتر ہے:

(الف) نیو یارک شہر میں (ب) ہیگ، ہالینڈ میں (ج) لندن، انگلینڈ میں (د) پیرس، فرانس میں

سوال 2: درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے۔

(i) جنگِ عظیم اوّل کا دورانیہ کتنا تھا؟

(ii) جنگِ عظیم اوّل کی فوری وجہ کیا تھی؟

(iii) دوسری عالمی جنگ کا آغاز کب ہوا؟

(iv) سرد جنگ سے کیا مراد ہے؟

(v) امریکا اور اس کے یورپی اتحادیوں کے مابین کون سا معاہدہ ہوا؟

سوال 3: درج ذیل سوالات کے تفصیل سے جوابات لکھیے۔

(i) جنگِ عظیم اوّل کے چند بڑے اسباب بیان کریں۔

(ii) جنگِ عظیم اوّل کے کچھ واقعات تحریر کریں۔

(iii) جنگِ عظیم اوّل کے دوران میں سلطنتِ عثمانیہ کا کردار بیان کریں۔

(iv) دوسری عالمی جنگ کے دوران میں ہندوستانیوں کا کردار بیان کریں۔

(v) دوسری عالمی جنگ کے کچھ اسباب تحریر کریں۔

(vi) سرد جنگ کیا تھی اور یہ کیوں شروع ہوئی؟

(vii) اقوامِ متحدہ کے بنیادی افعال بیان کریں۔

Web version of PCTB
Not for sale

سیکھنے کی سرگرمیاں (Learning Activities)

کلاس ڈسکشن: پہلی اور دوسری عالمی جنگوں کے اہم اسباب کے بارے میں دریافت کرنے کے لیے بحث کا اہتمام کریں۔

- 1945ء میں اقوامِ متحدہ کے قیام کی کچھ وجوہات کے بارے میں دریافت کرنے کے لیے کلاس میں بحث کا اہتمام کریں۔

فلو چارٹ: دوسری جنگِ عظیم کی وجوہات کے جوابات کی نشان دہی کرنے میں طلبہ کی مدد کرنے کے لیے فلو چارٹ استعمال کریں۔

کوئز: پہلی اور دوسری جنگِ عظیم پر کوئز تیار کریں۔

پراجیکٹ: جماعت کو دو گروپس میں تقسیم کریں۔ ہر گروپ کو دوسری جنگِ عظیم کے کچھ نتائج کا تجزیہ کرنے کے لیے دستاویزات اور انٹرنیٹ کے ذریعے سے معلومات اکٹھی کرنے کے لیے کہیں۔

4

برصغیر میں سیاسی بیداری
(Political Awakening in Subcontinent)

حاصلاتِ تعلم (Student's Learning Outcomes)

علم (Knowledge)

اس باب کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- لارڈ اے۔او۔ہیوم کی طرف سے 1885ء میں کانگریس کی تشکیل کی بڑی وجوہات کی وضاحت کر سکیں۔
- کانگریس کے کچھ ابتدائی مطالبات بیان کر سکیں۔
- برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ان مطالبات کی اہمیت کا اندازہ لگا سکیں۔
- تقسیم بنگال اور اس کی منسوخی کی وجوہات کی وضاحت کر سکیں۔
- شملہ وفد 1906ء کی اہمیت بیان کر سکیں۔
- 1906ء میں مسلم لیگ کی تشکیل کی بڑی وجوہات بیان کر سکیں۔
- ہندو مسلم اتحاد کے لیے 1916ء کے میثاقِ لکھنؤ کی اہمیت بیان کر سکیں۔
- مونٹیگو اصلاحات کے چند اہم نکات اور انھیں کیوں پیش کیا گیا بیان کر سکیں۔
- سانحہ جلیانوالا باغ 1919ء بیان کر سکیں۔
- برصغیر میں تحریکِ خلافت کے بانیان کی چند خدمات کی نشان دہی کر سکیں۔
- نہرو رپورٹ 1928ء کی اہم خصوصیات بیان کر سکیں۔
- جناح کے چودہ نکات کے اہم ترین مطالبے کی نشان دہی کر سکیں۔
- علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے خطبہ الہ آباد 1930ء کی تاریخی اہمیت کی وضاحت کر سکیں۔
- ان واقعات کو بیان کر سکیں جن کی وجہ سے انگریزوں نے تین گول میز کانفرنسیں منعقد کیں۔
- گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء کی اہم خصوصیات بیان کر سکیں۔
- یومِ نجات 1939ء کی تاریخی اہمیت کی وضاحت کر سکیں۔
- مسلم لیگ کے لیے پیرپور رپورٹ کی اہمیت کی نشان دہی کر سکیں۔
- مسلم لیگ کی تنظیمِ نو کے اسباب و اثرات بیان کر سکیں۔
- تشکیلِ پاکستان میں قراردادِ لاہور 1940ء کی تاریخی اہمیت بیان کر سکیں۔
- تحریکِ پاکستان میں مسلمان خواتین اور طلبہ کا کردار بیان کر سکیں۔
- کرپس تجاویز کے اہم نکات کی نشان دہی کر سکیں۔
- "ہندوستان چھوڑ دو تحریک" کی اہم وجوہات بیان کر سکیں۔
- وضاحت کر سکیں کہ محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کو "یومِ راست اقدام" کا اعلان کیوں کرنا پڑا۔
- قانون آزادیِ ہند 1947ء کے اہم نکات کی نشان دہی کر سکیں۔
- قیامِ پاکستان میں اقلیتوں کا کردار بیان کر سکیں۔

Web version of PCTB
Not for sale

مہارتیں (Skills)

اس باب کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- جنگِ آزادی سے قیامِ پاکستان تک کے دورانیے میں تقسیم بنگال، کانگریس اور مسلم لیگ کی تشکیل کے وقت کی نشان دہی کرنے کے لیے ٹائم لائن استعمال کر سکیں۔
- انگریزوں کے خلاف مسلمان اور ہندو لیڈروں کے متحد ہونے کی وجوہات دریافت کر سکیں۔
- جنگِ آزادی سے قیامِ پاکستان تک کے دورانیے میں محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کے چودہ نکات کے اعلان، خطبہ الہ آباد اور گاندھی کی سالٹ موومنٹ کے وقت کی نشان دہی کے لیے ٹائم لائن استعمال کر سکیں۔
- 1930ء سے 1932ء کے دوران میں انگلستان میں گول میز کانفرنسیں کیوں منعقد ہوئیں ان کی وجوہات دریافت کر سکیں۔

انڈین نیشنل کانگریس (Indian National Congress)

ایلن آکٹیوین، ہیوم

ایک ریٹائرڈ برطانوی سول افسر ایلن آکٹیوین ہیوم نے انڈین نیشنل کانگریس کی بنیاد رکھی۔ ملازمت کے دوران میں اس نے خیال کیا کہ بڑھتی ہوئی سیاسی بے چینی، عوام کی معاشی مشکلات اور بڑھتی ہوئی سازشیں، شکایات جنگ جیسی صورتِ حال پیدا کر سکتی ہیں۔ اس لیے اس نے 1885ء میں بمبئی (ممبئی) میں انڈین نیشنل کانگریس قائم کی۔ اس کا پہلا اجلاس 28 دسمبر 1885ء کو منعقد ہوا جس میں 70 مندوبین نے شرکت کی جن میں صرف دو مسلمان تھے۔ انڈین نیشنل کانگریس نے اپنے مقاصد کا بھی تعین کیا جو مندرجہ ذیل تھے:۔

1۔ ہندوستانیوں میں قومیت کا احساس پیدا کرنا۔
2۔ ہندوستانی عوام کی شکایات کا ازالہ کرنا۔
3۔ ثقافت، سیاست اور اخلاقیات کے شعبوں میں لوگوں کو منظم کرنا۔
4۔ ہندوستانی عوام کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرنا۔

کانگریس کے ابتدائی مطالبات (Initial Demands of the Congress)

1885ء میں جب کانگریس قائم ہوئی تو اس نے تمام ہندوستانیوں کی واحد سیاسی جماعت ہونے کا دعویٰ کیا۔ سر سید احمد خاں نے دو سال تک دیکھو اور انتظار کرو کی پالیسی اختیار کی۔ جب کانگریس نے اپنے مطالبات پیش کیے تو سر سید احمد خاں نے مسلمانوں کو کانگریس میں شامل نہ ہونے کی ہدایت کی۔ کانگریس نے مطالبہ کیا کہ:

1۔ ہندوستان میں برطانوی پارلیمانی طرز کا نظام متعارف کرایا جائے۔
2۔ تمام اعلیٰ اسامیاں مقابلے کے امتحان کے ذریعے سے پُر کی جائیں۔

سر سید احمد خاں نے اس بات کی مخالفت کی کہ برطانوی پارلیمانی نظام ایک ایسے ملک میں نافذ کیا جا سکتا ہے جہاں ایک قوم رہتی ہو۔ جب کہ ہندوستان میں کئی اقوام ہیں۔ مزید برآں اس نظام میں اکثریت، اقلیتوں پر حکومت کرتی ہے۔ اس لیے یہ نظام ہندوستان کے مسلمانوں کے خلاف تھا۔ سر سید احمد خاں مسابقتی امتحان کے تصور کو بھی ناپسند کرتے تھے۔ کیوں کہ مسلمان تعلیم میں بہت پسماندہ تھے اس لیے وہ ہندوؤں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ یہ مطالبات مسلمانوں کے مفاد کے خلاف تھے۔ پس سر سید احمد خاں نے مسلمانوں کو ہدایت کی کہ وہ کانگریس میں شمولیت اختیار نہ کریں۔

Web version of PCTB Not for sale

بنگال کی تقسیم 1905ء (Partition of Bengal 1905)

بیسویں صدی کے آغاز تک بنگال برصغیر کا سب سے بڑا صوبہ تھا اور اس کا موثر طریق سے انتظام چلانا ممکن نہیں تھا۔ کئی مواقع پر حکام نے اس کے رقبے کو کاٹ کر چھوٹا کرنے کی تجویز پیش کی تھی۔ 1874ء میں آسام کے اضلاع سلہٹ، گوپاڑہ اور کچھر بنگال سے الگ کر دیے گئے لیکن اس کی آبادی بے قابو ہی رہی۔ 1892ء میں چٹاگانگ کے کمشنر نے مشرقی بنگال الگ کرنے کی تجویز دی لیکن اس تجویز پر عمل درآمد نہ ہو سکا۔ تاہم 1905ء لارڈ کرزن کی بطور وائسرائے ہند آمد پر وسطی صوبہ جات کو اڑیسہ میں ضم کر دیا گیا اور بنگال کو دو حصوں مغربی اور مشرقی بنگال میں تقسیم کر دیا گیا۔ لارڈ کرزن نے لوگوں کو تقسیم کے فوائد سے آگاہ کرنے کے لیے مشرقی بنگال کا دورہ کیا۔

دریافت کریں

1905ء میں تقسیمِ بنگال کا مقصد کیا تھا؟

تقسیم نے انتظامی دباؤ کم کر دیا اور مشرقی حصے کی ترقی کو یقینی بنایا۔ تقسیم کے نتیجے میں مغربی صوبہ ہندو اکثریتی اور مشرقی صوبہ مسلم اکثریتی علاقہ بن گیا۔

ہندو ردِعمل (Hindu Reaction)

ہندوؤں نے تقسیم کی مخالفت کی۔ 1905ء میں انھوں نے تقسیم کی مخالفت میں کلکتہ میں بہت بڑی ریلی نکالی اور سودیشی تحریک شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس کا مطلب برطانوی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنا اور مقامی مصنوعات خریدنا تھا۔

تقسیم بنگال پر مسلمانوں کا ردِعمل (Muslims Reaction on the Partition of Bengal)

مسلمان اس تقسیم پر بہت خوش تھے کیوں کہ اس تقسیم میں مسلمانوں کی ترقی کے مواقع موجود تھے۔ اس لیے مسلمانوں نے سودیشی تحریک میں حصہ لینے سے انکار کر دیا۔ ہندوؤں نے مختلف حربوں سے مسلمانوں کو تحریک میں شرکت پر مجبور کیا۔ ہندو نوجوانوں نے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ انگریزوں پر بھی حملے کرنا شروع کر دیے۔

جارج پنجم

لارڈ کرزن۔ وائسرائے ہند (1905-1899)

Web version of PCTB not for sale

تقسیمِ بنگال کی منسوخی (Annulment of Partition of Bengal)

برطانوی بادشاہ جارج پنجم نے 1911ء میں ہندوستان کا دورہ کیا۔اس نے 12 دسمبر 1911ء کو دہلی میں ایک دربار منعقد کیا جس میں اس نے تقسیمِ بنگال کو منسوخ کرنے اور مشرقی اور مغربی بنگال کو دوبارہ اکٹھا کر کے متحدہ صوبہ بنانے کا اعلان کیا۔

تقسیمِ بنگال کی منسوخی پر مسلمانوں نے سخت ناراضی کا اظہار کیا اور انھیں حکومت کی طرف سے بھی بڑی مایوسی ہوئی کیوں کہ حکومت نے کئی مواقع پر تقسیم کو منسوخ نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔اسی لیے مسلمان ہندوؤں کی طرف سے دباؤ کے باوجود حکومت کے ساتھ وفادار رہے تھے۔

شملہ وفد 1906ء اور جداگانہ انتخابات (The Simla Deputation (1906) and Separate Electorate)

تقسیمِ بنگال پر ہندو برطانوی حکومت سے بہت زیادہ ناراض تھے کیوں کہ حکومت نے یہ اقدام ہندوؤں اور کانگریس کی خواہشات کے خلاف کیا تھا۔ 1906ء میں حکومت نے ہندوستان میں سیاسی اصلاحات لانے کا اعلان کیا۔مسلمانوں کی کسی صوبائی کونسل میں کوئی نمائندگی نہیں تھی۔مسلمانوں کی نمائندگی بڑھانے کے لیے ممتاز مسلمانوں کا ایک وفد جس کی قیادت سر آغا خاں کر رہے تھے۔یکم اکتوبر 1906ء کو شملہ میں وائسرائے لارڈ منٹو سے ملا۔ تاریخ میں اسے شملہ وفد کے نام سے جانا جاتا ہے۔مسلمانوں کے وفد نے درج ذیل مطالبات پیش کیے:۔

شملہ میں وائسرائے کی قیام گاہ

1۔ مجالسِ قانون ساز میں مسلمانوں کے لیے علیحدہ نشستیں مختص کی جائیں۔اسی طرح مسلمانوں کے لیے جداگانہ طریقہ انتخاب نافذ کیا جائے۔

2۔ مسلمانوں کی اہمیت کے پیشِ نظر مجالسِ قانون ساز اور دیگر تنظیموں میں ان کو اصل تعداد سے زیادہ نمائندگی دی جائے۔

وائسرائے لارڈ منٹو نے مسلمانوں کے حقوق اور مفادات کے تحفظ کا وعدہ کیا۔انھوں نے تسلیم کیا کہ مسلمانوں کے دونوں مطالبات موزوں اور قابلِ قبول ہیں۔شملہ وفد نے مسلمانوں کا حوصلہ بڑھایا اور وہ اپنے مستقبل کے بارے میں سوچنے لگے۔

Review Version of PCTB
Not for sale

لارڈ منٹو۔ وائسرائے ہند (1905۔1910)

سر آغا خاں

مسلم لیگ کا قیام 1906ء (Establishment of Muslim League)

اکتوبر 1901ء میں مسلمان راہ نماؤں کا ایک اجلاس لکھنؤ میں منعقد ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ مسلمانوں کے سیاسی اور سماجی حقوق کے تحفظ کے لیے ایک تنظیم تشکیل دی جائے۔ پس ایک کمیٹی بنا دی گئی جس کی ذمہ داری تھی کہ ہندوستان کے تمام صوبوں کی مسلمان قیادت کا ایک اجلاس بلایا جائے۔ لیکن یہ اجلاس نہ بلایا جا سکا۔

شملہ وفد کی کامیابی پر مسلمانوں نے قومی سطح پر مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے ایک مسلم سیاسی پارٹی تشکیل دینے کی ضرورت محسوس کی۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام کی وجوہات درج ذیل ہیں:۔

آل انڈیا مسلم لیگ کے بانی ارکان

Web version of PCTB not for sale

1۔ جداگانہ انتخابات کا حق حاصل کرنا۔
2۔ مسلمان قوم کو ہر سطح پر متحد کرنا۔
3۔ سیاسی شعور پیدا کرنا۔

دریافت کریں

آل انڈیا مسلم لیگ کیوں قائم کی گئی؟

نواب سلیم اللہ خاں

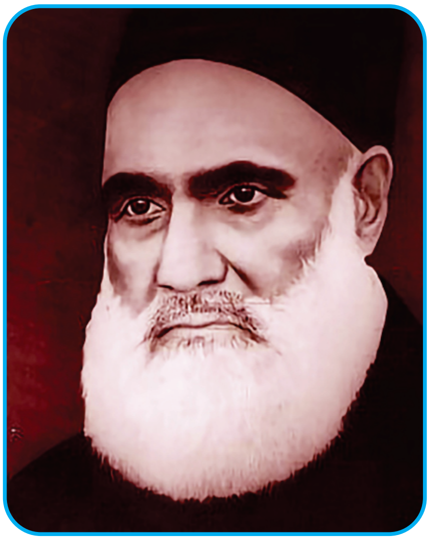

نواب وقار الملک

دسمبر 1906ء میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا سالانہ اجلاس ڈھاکہ میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں برصغیر کے تمام اہم مسلمان راہ نماؤں نے شرکت کی۔ انھوں نے تعلیمی اور سیاسی مسائل پر بات چیت کی اور برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ایک سیاسی جماعت کی تشکیل پر غور کیا۔ کانفرنس کے اختتام پر 30/دسمبر 1906ء کو نواب وقار الملک کی سربراہی میں ایک خصوصی اجلاس منعقد ہوا جس میں نواب سلیم اللہ خاں کی طرف سے آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام کی قرارداد پیش کی گئی جسے متفقہ طور پر منظور کر لیا گیا۔ قرارداد کے مطابق مسلم لیگ کے درج ذیل بنیادی مقاصد کی منظوری دی گئی:

(i) ہندوستان کے مسلمانوں میں برطانوی حکومت سے وفاداری کے جذبات کو فروغ دینا اور غلط فہمیوں کو دور کرنا۔

(ii) ہندوستان کے مسلمانوں کے سیاسی حقوق اور مفادات کو فروغ دینا اور برطانوی حکومت کے سامنے ضروریات اور مطالبات کو پیش کرنا۔

(iii) مسلمانانِ ہند میں مسلم لیگ کے مذکورہ بالا مقاصد کو نظر انداز کیے بغیر دوسری اقوام کے خلاف بغیر تعصب کے عداوت کے جذبات کو ابھرنے سے روکنا۔

مسلم لیگ کا قیام برصغیر کی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے۔ یہ مسلمانوں کے سیاسی میدان میں داخلے کا نقطۂ آغاز تھا۔ مسلمانوں نے مسلم لیگ کے جھنڈے تلے ہندوستان کی سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ مسلم لیگ نے مسلمانوں کی قیادت کی اور انھیں بڑے مؤثر انداز میں پیش کیا۔

Web version of PCTB
Not for sale

میثاقِ لکھنؤ 1916ء (Lucknow Pact)

پہلی جنگِ عظیم (1914ء-1918ء) نے برصغیر کے ہندوؤں اور مسلمانوں کی سیاسی سوچ کو تبدیل کر دیا۔ دونوں اطراف کی قیادت اس حقیقت کو جان چکی تھی کہ یہ برطانوی حکومت سے مزید مراعات لینے کا صحیح وقت ہے۔ اس لیے انھیں ایک دوسرے سے تعاون کرنا چاہیے۔ چناں چہ مسلم لیگ اور کانگریس کے راہ نما تعاون کے لیے تیار ہو گئے۔ اس وقت قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ مسلم لیگ اور کانگریس دونوں جماعتوں کے رکن تھے۔ ان کی کوششوں سے 1915ء میں مسلم لیگ اور کانگریس کا اجلاس بمبئی میں ہوا۔ اجلاس کے اختتام پر ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس کا مقصد دونوں جماعتوں کے مابین مشترکہ معاملات کو حل

کرنا تھا۔ کمیٹی نے ایک اسکیم تجویز کی جسے دونوں جماعتوں نے دسمبر 1916ء میں لکھنؤ میں منعقدہ مشترکہ اجلاس میں منظور کر لیا۔ دونوں جماعتیں ایک معاہدے پر متفق ہو گئیں جسے تاریخ میں ''میثاقِ لکھنؤ'' کہا جاتا ہے۔ معاہدے کی اہم دفعات درج ذیل ہیں:۔

میثاقِ لکھنؤ 1916ء

1۔ کانگریس نے مسلمانوں کے جداگانہ انتخاب کا اصول قبول کر لیا۔

2۔ کانگریس مرکزی مجلس قانون ساز میں مسلمانوں کو ایک تہائی نمائندگی دینے پر رضامند ہو گئی۔

3۔ دونوں جماعتوں نے ویٹیج (weightage) فارمولے پر اتفاق کر لیا جس کے تحت مسلم اکثریت والے صوبوں کی مجلس قانون ساز میں مسلمانوں کو آبادی کے تناسب سے کم نمائندگی ملے گی لیکن جن صوبوں میں مسلمان اقلیت میں ہیں وہاں کی صوبائی مجلس قانون ساز میں آبادی کے تناسب سے زیادہ نمائندگی ملے گی۔

4۔ مرکزی یا صوبائی اسمبلی میں کوئی غیر سرکاری رکن کسی قوم کے خلاف کوئی بل یا قرارداد پیش نہیں کرے گا نہ ہی وہ (بل یا قرارداد) اس مخصوص قوم کے تین چوتھائی ارکان کی منظوری کے بغیر منظور کیا جائے گا۔

تحریکِ خلافت 1919ء (Khilafat Movement)

مسلمانانِ ہند عثمانی سلطنت میں قائم خلافت کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ جنگِ عظیم اوّل میں عثمانی سلطنت (ترکیہ) نے جرمنی کے حق میں شمولیت اختیار کی۔ لیکن جرمنی کو جنگ میں شکست ہو گئی۔ جنگ کے بعد فاتح ریاستوں کی طرف سے فیصلہ کیا گیا کہ ترکیہ کو فرانس، یونان اور برطانیہ میں تقسیم کر دیا جائے لیکن مسلمان اس فیصلے سے سخت ناراض ہوئے۔ اس لیے مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی جوہر جیسے مسلمان راہ نماؤں نے برطانوی حکومت کی اس پالیسی کے خلاف ردِعمل دیا اور انھیں قید کر لیا گیا۔

اس طرح مسلمانوں نے ایک تحریک کا آغاز کیا جو تحریکِ خلافت کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس تحریک کے درج ذیل مقاصد تھے:۔

1۔ ترکی کے مقدس مقامات کی حفاظت کرنا۔ 2۔ ترکیہ کے خلیفہ کا تحفظ کرنا۔ 3۔ عثمانی سلطنت کو بحال کرنا۔

تحریکِ خلافت کے راہ نماؤں نے جب محسوس کیا کہ انگریز ان کی مدد نہیں کرنا چاہتے تو انھوں نے تحریکِ عدم تعاون شروع کر دی۔ کانگریس نے مہاتما گاندھی کی قیادت میں اس تحریک کی حمایت کی۔

مولانا محمد علی جوہر

مولانا شوکت علی

Web version of PCTB
Not for sale

تحریکِ خلافت میں اس وقت شدت آ گئی جب مولانا عبدالباری اور مولانا ابوالکلام آزاد نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دے دیا۔ انھوں نے مسلمانوں کو ہندوستان سے ہجرت کرنے کی ہدایت کی۔ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے افغانستان کی طرف ہجرت کی لیکن افغان حکام نے سرحدیں بند کر دیں۔ مسلمانوں نے بہت زیادہ نقصان اٹھایا اور انھیں واپس ہندوستان آنا پڑا۔

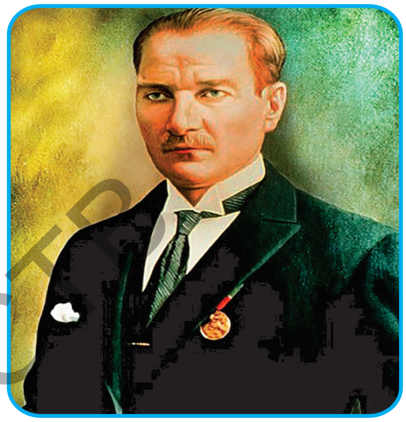

مصطفیٰ کمال اتاترک

تحریک خلافت کا ایک منظر

1922ء میں سانحہ چورا چوری رونما ہوا جس میں ایک ہجوم نے کئی پولیس والوں کو جلا دیا۔ اس سانحے کی وجہ سے بہت سے مسلم راہ نما گرفتار کر لیے گئے۔ بعد ازاں گاندھی نے تحریک عدم تعاون ختم کر دی جس سے تحریکِ خلافت کمزور ہو گئی۔

1924ء میں ترک راہ نما مصطفیٰ کمال اتاترک نے خلافت کا بطور نظامِ حکومت خاتمہ کر دیا۔ مصطفیٰ کمال کے اعلان کے بعد تحریکِ خلاف خود بخود ختم ہو گئی۔

نہرو رپورٹ 1928ء (Nehru Report)

انگریزوں نے طعنہ دیا کہ ہندوستانی راہ نما باہم مل بیٹھ کر کوئی آئینی فارمولا طے نہیں کر سکتے۔ ہندوستانیوں نے اس چیلنج کو قبول کر لیا اور فروری 1928ء میں دہلی میں ایک آل پارٹیز کانفرنس بلائی لیکن کوئی متفقہ فارمولا سامنے نہ آیا۔ لہٰذا اجلاس ملتوی کر کے ہر جماعت کو اپنے مؤقف پر دوبارہ سوچنے کا موقع دیا گیا۔ دوبارہ آل پارٹیز کانفرنس بمبئی میں منعقد ہوئی جس میں موتی لعل نہرو کی سربراہی میں ایک کمیٹی قائم کی گئی جو ہندوستان میں آئینی اصلاحات پر ایک رپورٹ تیار کرے۔ اس کمیٹی میں صرف دو مسلمان ارکان سر علی امام اور شعیب قریشی شامل کیے گئے۔ اس کمیٹی کی تجاویز کو نہرو رپورٹ کہا گیا۔ اس کی اہم تجاویز درج ذیل ہیں:۔

1۔ کسی بھی قوم کے لیے جداگانہ انتخابات نہیں ہوں گے۔

2۔ مرکزی مجلس قانون ساز میں مسلمانوں کے لیے ایک تہائی (1/3) کی بجائے ایک چوتھائی (1/4) نشستیں ہوں گی۔

3۔ مسلم اقلیتی صوبوں میں ویٹیج (weightage) کا اصول لاگو نہیں کیا جائے گا۔

4۔ مرکزی حکومت وفاقی طرز کی ہو گی جس میں باقی اختیارات مرکز کے پاس ہوں گے۔

5۔ شمال مغربی سرحدی صوبہ (خیبر پختونخوا) میں ایک نشست غیر مسلم کے لیے مختص ہو گی۔

مسلم لیگ کا ردِعمل (The Reaction of Muslim League)

ہندو ذہنیت کھل کر سامنے آ گئی کہ وہ مسلمانوں کو کوئی گنجائش دینے پر تیار نہیں تھے۔ یہ سفارشات سراسر مسلمانوں کے خلاف تھیں۔ اگر ان کو تسلیم کر لیا جائے تو یہ ہندوؤں کا مسلمانوں پر مکمل تسلط تھا۔ پس مسلمان نہرو رپورٹ کے خلاف متحد ہو گئے۔ مسلم جماعتوں کی آل پارٹیز کانفرنس 31 دسمبر 1928ء تا یکم جنوری

Web version of PCTB
Not for sale

1929ء دہلی میں منعقد ہوئی جس میں قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے نہرو رپورٹ میں چار ترامیم تجویز کیں۔ لیکن کانگریس نے ان ترامیم کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اس طرح قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ہندو اور مسلمان اکٹھے نہیں چل سکتے اور انھیں الگ الگ راستے پر چلنا ہوگا۔

قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے چودہ نکات 1929ء (Fourteen Points of Quaid-e-Azam)

مسلم لیگ نے اپنا اجلاس 28 / مارچ 1929ء کو دہلی میں بلایا۔ اس اجلاس میں قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشہور چودہ نکات پیش کیے۔ یہ نکات ذیل میں درج ہیں:۔

1۔ مستقبل کا آئین وفاقی طرز کا ہونا چاہیے جس میں صوبوں کو زیادہ اختیارات حاصل ہوں۔
2۔ تمام صوبوں کو یکساں اصول پر خود مختاری دی جائے۔
3۔ ملک میں تمام مجالس قانون ساز اور دیگر منتخب ادارے ہر صوبے میں اقلیتوں کی مناسب اور مؤثر نمائندگی کے قطعی اصولوں پر قائم کیے جائیں۔ کسی صوبے میں اکثریت کو اقلیت میں تبدیل نہ کیا جائے۔
4۔ مرکزی قانون ساز کونسل میں مسلمانوں کی نمائندگی ایک تہائی سے کم نہ ہو۔
5۔ فرقہ وارانہ گروہوں کی نمائندگی جداگانہ انتخابات کے ذریعے سے فی الحال جاری رہے اور ہر قوم کے لیے راستہ کھلا ہو کہ وہ کسی بھی وقت جداگانہ انتخابات چھوڑ کر مخلوط انتخابات میں شامل ہو جائے۔
6۔ کوئی بھی علاقائی تقسیم جو کسی بھی وقت ضروری ہو کسی طرح سے پنجاب، بنگال اور شمال مغربی سرحدی صوبہ کی مسلم اکثریت کو متاثر نہ کرے۔
7۔ تمام اقوام کو پوری مذہبی آزادی حاصل ہو۔
8۔ کسی بھی مقننہ میں کوئی قرارداد یا بل منظور نہیں کیا جائے گا، اگر اس قوم کے تین چوتھائی ارکان اس بل کی مخالفت کریں۔
9۔ سندھ کو بمبئی سے علیحدہ صوبہ بنایا جائے۔
10۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان میں بھی دیگر صوبوں جیسی اصلاحات متعارف کرائی جائیں۔
11۔ اہلیت کے تقاضوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے مسلمانوں کو بھی تمام ملازمتوں میں مناسب حصہ دیا جائے۔
12۔ مسلم ثقافت اور مذہب کا مکمل تحفظ کیا جائے۔
13۔ مرکزی یا کسی بھی صوبائی کابینہ میں مسلمانوں کو ایک تہائی نمائندگی دی جائے۔
14۔ صوبوں کی رضامندی کے بغیر آئین میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے۔

قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ

اہم معلومات

قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چودہ نکات نہرو رپورٹ کے جواب میں پیش کیے۔

Web version of PCTB Not for sale

اہمیت (Importance)

ہندوستان کی مسلم تاریخ میں قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے چودہ نکات بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ ان نکات نے مسلمانوں کے سیاسی مستقبل کی ضمانت دی ورنہ ہندو غلبے اور مسلمانوں کی شناخت کے خاتمے کا خطرہ تھا۔ چودہ نکات نے مسلمانوں کو متحد کر دیا اور مسلم لیگ کے دونوں دھڑے قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی چھتری کے نیچے آ گئے۔ چودہ نکات نے یہ ظاہر کر دیا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین سیاسی خلیج واقعی وسیع ہو چکی ہے اور یہ نکات مسلمانانِ ہند کے لیے اصول بن گئے۔ یہ نکات اگلے پانچ سال تک کے لیے ہندوؤں کے ساتھ سیاسی مکالمے کا ذریعہ بن گئے۔ جب کانگریس نے ان نکات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو مسلمانوں نے ایک علیحدہ وطن بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ برطانوی حکومت نے بھی ان میں سے کچھ نکات کو قبول کر لیا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کانگریس کے مسلم مخالف رویے ظاہر ہونے لگے۔ جناح رحمۃ اللہ علیہ کے چودہ نکات اور نہرو رپورٹ برصغیر کے آئینی اور سیاسی مسائل کے حل کے لیے دو متضاد تجاویز تھیں۔

کانگریس مسلمانوں کی الگ شناخت کو قبول کرنے پر تیار نہ تھی جب کہ مسلمانوں نے ایسا کوئی آئینی فارمولا قبول نہ کیا جو ان کے حقوق کا تحفظ نہ کرے۔ اس لیے برطانوی حکومت نے ہندوستان کے سیاسی مسائل کے حل کے لیے گول میز کانفرنسیں بلانے کا فیصلہ کیا۔

خطبہ الہ آباد 1930ء (Allahabad Address)

دسمبر 1930ء میں جب بیشتر ہندوستانی راہ نما مستقبل کے لائحہ عمل پر گفت وشنید کے لیے لندن میں گول میز کانفرنس میں مصروف تھے، مسلم لیگ نے الہ آباد میں اپنا اجلاس بلایا۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس سالانہ اجلاس کی صدارت کی۔ ان کا صدارتی خطبہ برصغیر کی سیاسی تاریخ میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے دو قومی نظریہ پر روشنی ڈالی اور دلیل دی کہ برصغیر دو بڑی قوموں کا وطن ہے اور مسلمان اس ملک میں ایک الگ قوم ہیں۔

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اپنے رفقا کے ہمراہ

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "میری خواہش ہے کہ پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان کو ایک سیاسی وجود میں ضم کر دیا جائے۔ یہ خود مختاری خواہ برطانوی راج کے اندر ہو یا باہر۔ کسی نہ کسی طرح یہ سمجھ لیں کہ آخر کار شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک الگ ریاست حاصل ہوگی۔" علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا یہ خطاب مسلمانوں کی جدوجہدِ آزادی میں بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔

اس خطاب نے مسلمانوں کے لیے ایک مینارۂ نور کا کام کیا اور انھیں اپنی منزل کی پہچان کرنے کے قابل بنایا جس کے بغیر ان کے مسائل کبھی حل نہیں ہو سکتے تھے۔ سائمن کمیشن کی ناکامی اور نہرو رپورٹ پر مسلم لیگ کی تنقید نے آئینی اصلاحات کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کر دیں۔ اس لیے برطانوی حکومت نے ہندوستانی راہ نماؤں کے ساتھ بات چیت کے لیے 1930ء سے 1932ء کے دوران میں گول میز کانفرنسوں کا اہتمام کیا لیکن ان کانفرنسوں کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔

Web version of PCTB
Not for sale

گول میز کانفرنسیں1930ء-1932ء (Round Table Conferences)

سائمن کمیشن رپورٹ کی اشاعت سے پہلے ہی 1930ء میں وائسرائے ہند لارڈ اِرون نے ہندوستان کے مسائل کے حل کے لیے گول میز کانفرنسیں منعقد کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس سے قبل قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے برطانوی وزیرِ اعظم کو کئی خطوط لکھے تھے جن میں انھوں نے ہندوستانی مسائل کے حل کے لیے کانفرنس کا اہتمام کرنے کی تجویز دی تھی۔

لارڈ اِرون کے اعلان کے بعد گاندھی نے ہندوستان کو ڈومینین کا درجہ (Dominion status) دینے کا مطالبہ کیا ورنہ کانگریس کانفرنس میں شرکت نہیں کرے گی۔ برطانوی حکومت نے ان کا مطالبہ مسترد کر دیا اور گاندھی نے سول نافرمانی کی تحریک شروع کر دی لیکن مسلمانوں نے اس تحریک میں شرکت نہیں کی۔

پہلی گول میز کانفرنس1930ء (First Round Table Conference)

پہلی گول میز کانفرنس لارڈ اِرون نے سرکاری طور پر 11 نومبر 1930ء کو لندن میں منعقد کی۔ اس کانفرنس کی صدارت برطانوی وزیرِ اعظم ریمزے میکڈونلڈ نے کی۔ کانگریس نے اس کانفرنس میں شرکت نہیں کی جب کہ قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ، سر آغا خان، مولانا محمد علی جوہر، مولوی اے۔ کے فضل الحق اور سر محمد شفیع سمیت اٹھارہ مسلم نمائندگان نے پہلی گول میز کانفرنس میں شرکت کی۔

سر محمد شفیع — قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ — ریمزے میکڈونلڈ

اس کانفرنس میں برما کو برصغیر سے الگ کرنے اور برصغیر میں وفاقی نظام نافذ کرنے پر مکمل اتفاقِ رائے ہوا۔ اس موقع پر بارہ کمیٹیاں تشکیل دی گئیں جنھوں نے صوبہ سرحد میں اصلاحات، اقلیتوں کے مسائل اور سندھ کے بمبئی سے علیحدہ کرنے کے لیے سفارشات پیش کیں۔

دوسری گول میز کانفرنس1931ء (Second Round Table Conference)

پہلی گول میز کانفرنس 19 جنوری 1931ء کو اختتام پذیر ہوئی۔ اس کانفرنس کے دوران میں برطانوی حکومت اور دیگر مندوبین نے محسوس کیا تھا کہ کانگریس کی عدمِ شرکت کی وجہ سے کانفرنس بے نتیجہ رہے گی۔ دریں اثنا ہندوستان میں 5 مارچ 1931ء کو گاندھی اِرون معاہدہ طے پا گیا۔ کانگریس نے سول نافرمانی کی تحریک کی کال واپس لے لی اور حکومت نے اس کے رضا کاروں کو رہا کر دیا۔ کانگریس نے دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کرنے پر رضامندی ظاہر کر دی۔ ماسٹر تارا سنگھ نے گاندھی کو سکھوں کی نمائندگی کا اختیار دے دیا اور پنجاب کی مذہبی بنیادوں پر تقسیم سمیت سترہ مطالبات پر مشتمل ایک چارٹر دے دیا۔ یہاں یہ ذکر کرنا بھی اہم ہوگا کہ لالہ لاجپت رائے نے بھی 1924ء میں ہندوستان کے مسائل کے حل کے لیے اس کی فرقہ وارانہ بنیادوں پر

Web version of PCTB Not for sale

تقسیم کی تجویز دی تھی۔

کمیونل ایوارڈ 1932ء (Communal Award)

دوسری گول میز کانفرنس فرقہ وارانہ مسئلے کا کوئی حل نہیں نکال سکی۔ اس کانفرنس کے دوران میں برطانوی وزیرِ اعظم ریمزے میکڈونلڈ نے اعلان کیا کہ اگر کانفرنس فرقہ وارانہ مسئلہ حل نہ کر سکی تو برطانوی حکومت خود حل پیش کرے گی۔ کانفرنس کے اختتام پر حکومت نے 1932ء میں ایک ایوارڈ کا اعلان کیا جسے کمیونل ایوارڈ کہا گیا۔

کمیونل ایوارڈ میں جداگانہ انتخابات کا اصول برقرار رکھا گیا۔ مسلم اقلیتی صوبوں میں مسلمانوں کو مزید نشستیں مل گئیں۔ پنجاب میں سکھوں کو ویٹیج (آبادی کے تناسب سے زیادہ حصہ) دیا گیا۔ ہندوؤں کو صوبہ سرحد اور سندھ میں ان کی آبادی کے تناسب سے زیادہ نشستیں مل گئیں۔ بنگال اور آسام میں یورپیوں کو بھی ان کی آبادی کے تناسب سے زیادہ حصہ دیا گیا۔

مسلمانوں کو کمیونل ایوارڈ سے کچھ بہت زیادہ حاصل نہیں ہوا لیکن انھوں نے اسے قبول کرلیا۔ ہندو اور سکھ اس ایوارڈ کے مکمل خلاف تھے۔ گاندھی نے اچھوتوں کو ہندوؤں سے علیحدہ کرنے پر شدید احتجاج کیا۔ اس دوران میں ہندو راہ نماؤں نے ڈاکٹر امبید کر پر دباؤ ڈالا کہ وہ اچھوتوں کو ہندوؤں سے علیحدہ کرنے کو قبول نہ کریں۔ اس لیے گاندھی اور ڈاکٹر امبید کر کے مابین ایک معاہدہ طے پایا جسے ''پونا پیکٹ'' کہا جاتا تھا۔ اس معاہدے کے مطابق طے پایا کہ ہندو اور اچھوت ایک قوم کے طور پر تسلیم کیے جائیں گے اور ہندو اچھوتوں کو کچھ نشستیں دیں گے۔

ہندوؤں کو پونا پیکٹ سے یہ فائدہ پہنچا کہ اچھوت ہندو قوم میں ضم ہو گئے اس طرح ان کی تعداد اور طاقت میں اضافہ ہو گیا۔

تیسری گول میز کانفرنس 1932ء (Third Round Table Conference)

تیسری گول میز کانفرنس 17 نومبر 1932 کو شروع ہوئی اور 24 نومبر 1932ء تک جاری رہی۔ برطانوی لیبر پارٹی گزشتہ سیٹ اپ کی نسبت صوبوں کو مزید اختیارات دینے پر رضا مند تھی۔ برطانوی حکومت نے سفارشات تیار کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی جن کی بنیاد پر حکومت انڈین ایکٹ 1935ء کا مسودہ تیار کرے گی۔

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء (The Government of India Act 1935)

برطانوی حکومت نے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء تیار کیا اور برطانوی پارلیمنٹ سے منظوری کے بعد پورے ہندوستان میں نافذ کر دیا۔ اس کی اہم خصوصیات درج ذیل تھیں:۔

(1) وفاقی حکومت (Federal Government)

ایکٹ نے ہندوستان کو ایک وفاق قرار دیا۔ صوبوں اور مرکزی حکومت کے درمیان اختیارات تقسیم کر دیے گئے۔

(2) وائسرائے (گورنر جنرل) (Viceroy (Governor General))

مرکزی حکومت میں سب سے اعلیٰ عہدیدار وائسرائے یا گورنر جنرل تھا جس کے پاس انتہائی اختیارات تھے۔ وہ کونسل یا مقننہ کو جواب دہ نہیں تھا۔

(3) مرکزی مجلس قانون ساز (Central Legislative Council)

مرکزی مجلس قانون ساز دو ایوانی تھی اور اس کا سربراہ گورنر جنرل تھا۔ یہ مشتمل تھی:۔

(i) ریاستوں کی کونسل (Council of States)

ریاستوں کی کونسل 260 ارکان پر مشتمل تھی۔ 156 ارکان صوبوں اور 104 ارکان دیسی ریاستوں سے لیے جاتے تھے۔ یہ ارکان پانچ سال

Web version of PCTB
Not for sale

کے لیے منتخب ہوتے تھے۔

(ii) مرکزی مجلس قانون ساز (Central Legislative Council)

اس کے 375 ارکان ہوتے تھے جن میں سے 250 صوبوں اور 125 ہندوستانی ریاستوں سے لیے جاتے تھے۔ یہ بھی پانچ سال کے لیے منتخب ہوتے تھے۔

(4) عدلیہ (Judiciary)

ایک وفاقی عدالت تھی جو ایک چیف جسٹس اور چھے اعلیٰ ججوں پر مشتمل تھی۔ یہ عدالت ہائی کورٹس (عدالت ہائے عالیہ) کے فیصلوں کے خلاف اپیلوں کی سماعت کیا کرتی تھی۔

(5) صوبائی انتظامیہ (Provincial Administration)

(i) گورنر (Governor)

گورنر صوبے کا سربراہ ہوتا تھا جس کا تقرر گورنر جنرل کرتا تھا۔ وہ صوبے میں اقلیتوں کے تحفظ، سرکاری ملازمین کے حقوق، آرڈیننس کے اجرا اور امن و امان کا ذمہ دار تھا۔

(ii) کابینہ (Cabinet)

صوبائی کابینہ ان وزرا پر مشتمل ہوتی تھی جو صوبائی مجلس قانون ساز سے لیے جاتے تھے۔ وزرا کو گورنر نامزد کرتا تھا اور وہ گورنر اور صوبائی مقننہ کو جواب دہ ہوتے تھے۔

(iii) صوبائی مجلسِ قانون ساز (Provincial Legislative Council)

ہر صوبے میں ایک مقننہ ہوتی تھی۔ مجلس قانون ساز کے ارکان پانچ سال کے لیے منتخب ہوتے تھے۔

(6) جداگانہ انتخابات (Separate Eletorate)

مرکزی مجلس قانون ساز میں مسلمانوں کے لیے علیحدہ نشستیں مختص تھیں۔ مسلمان انتخابات میں حصہ لے سکتے تھے اور صرف مسلمان ہی ووٹ ڈال سکتے تھے۔

(7) صوبائی خود مختاری (Provincial Autonomy)

بہت سے صوبے خود مختار تھے۔ دوعملی حکومت ختم کر دی گئی اور تمام مقامی محکمے ہندوستانی وزرا کے سپرد کر دیے گئے۔ صوبائی کابینہ صوبے کا نظم و نسق چلانے کے لیے بااختیار تھی۔

اہمیت (Importance)

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء ہندوستان کی آزادی کی طرف پیش قدمی کرنے میں ایک اہم نکتہ تھا۔ اس نے مذاکرات کے لیے بنیادیں فراہم کر دیں جس کا حتمی نتیجہ برطانیہ کے ہندوستان سے نکل جانے کی صورت میں رونما ہوا۔

1937ء کے انتخابات (Elections of 1937 CE)

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء کے تحت صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات فروری/مارچ 1937ء میں منعقد ہوئے۔ تمام سیاسی جماعتوں نے ان

Web version of PCTB
Not for sale

انتخابات میں حصہ لیا۔ کانگریس نے کسی بھی دوسری پارٹی سے زیادہ نشستیں حاصل کیں اور سب سے بڑی جماعت بن کر ابھری۔ مسلم لیگ کسی بھی صوبے میں اکثریت حاصل نہ کر سکی۔ کانگریس نے گیارہ صوبوں میں سے سات میں حکومتیں بنائیں وہ صوبے درج ذیل تھے:۔

مدراس، بمبئی، صوبہ جاتِ متحدہ، مرکزی صوبہ، بہار، اڑیسہ اور صوبہ سرحد۔ پنجاب میں سرسکندر حیات، سندھ میں سر غلام حسین ہدایت اللہ، بنگال میں مولوی اے۔ کے فضل الحق اور آسام میں سر محمد سعد اللہ نے مخلوط حکومتیں بنائیں۔

یہ انتخابات مسلم لیگ کے لیے کامیابی لے کر نہیں آئے تاہم یہ مسلمانوں کے لیے بہت سے فوائد لے کر آئے۔ یہ پہلے انتخابات تھے جن میں مسلمانوں نے حصہ لیا تھا۔ اس انتخاب نے مسلم لیگ کو متحد کرنے میں مدد دی۔ اس نے جماعت کی تنظیم اور منصوبہ بندی کو بہتر بنانے میں بھی مدد دی۔ بعد ازاں مسلم لیگ مسلمانانِ ہند کے لیے پاکستان بنانے میں کامیاب ہوگئی۔

کانگریسی وزارتیں اور یومِ نجات (The Congress Ministries and Day of Deliverance)

صوبوں میں حکومتیں قائم کرنے کے بعد کانگریس نے مسلمانوں کی شناخت ختم کرنے اور مسلمانوں کی مذہبی سرگرمیوں میں رکاوٹیں ڈالنے کی منصوبہ بندی کی۔ نئی مسجد تعمیر کرنے پر پابندی لگا دی گئی اور نماز ادا کرتے ہوئے مسلمانوں کو ہراساں کیا جاتا تھا۔ مسلمانوں کے لیے ملازمتوں پر پابندی لگا دی گئی۔ اردو کی جگہ ہندی قومی زبان بن گئی۔ تعلیمی اصلاحات متعارف کرائی گئیں جو اپنی روح میں خالصتاً مسلم مخالف تھیں۔ سکولوں میں واردھا سکیم اور ودیا مندر سکیم کا نفاذ کیا گیا۔ مسلمان بچوں کو گاندھی کے مجسمے کی پوجا کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ مسلم طلبہ کو بندے ماترم پڑھنے پر مجبور کیا جاتا تھا جو ایک مسلم مخالف ترانہ تھا۔ معاشی حلقوں میں مسلمانوں کو پسماندہ رکھا گیا۔ انھیں سرکاری ملازمتوں سے نکال دیا گیا اور ان کے لیے کیریئر کے مواقع بند کر دیے گئے۔ ان واقعات نے مسلمانوں کو اپنے لیے علیحدہ ریاست کا مطالبہ کرنے پر مجبور کر دیا۔ 1939ء میں جنگِ عظیم دوم کے دوران میں کانگریسی وزارتوں نے برطانوی حکومت کو ہندوستان چھوڑنے اور تمام اختیارات ہندوستانیوں کے سپرد کرنے پر دباؤ میں لانے کے لیے استعفیٰ دے دیا۔

کانگریسی وزارتوں کے استعفیٰ کے بعد قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کو کانگریسی وزارتوں کے استعفیٰ کا جشن منانے کے لیے 22 دسمبر 1939ء کو یومِ نجات منانے کی ہدایت کر دی۔

پیرپور رپورٹ (Pirpur Report)

پیرپور رپورٹ کانگریسی وزارتوں کے دوران میں مسلمانوں کے خلاف ان کے دورِ حکومت میں ہونے والے مظالم سے متعلق تھی۔ راجا سید محمد مہدی آف پیرپور، سید تقی ہادی نقوی، سید اشرف احمد، مولوی عبدالغنی، سید ذاکر علی اور میاں غیاث الدین پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ 15 نومبر 1938ء کو کمیٹی نے اپنی رپورٹ پیش کی۔ اس رپورٹ کے مطابق کانگریسی وزارتوں کے دوران میں مسلمانوں پر ہر طرح کے مظالم ڈھائے گئے۔ انھیں اپنے جائز حقوق سے محروم رکھا گیا۔ مثال کے طور پر گائے کے ذبیحہ سے منع کر دیا گیا، مساجد میں اذان پر پابندی لگائی گئی، مسلمانوں کے سکولوں میں کانگریس کا جھنڈا لہرایا گیا اور مسلمان بچوں کے لیے گاندھی کی تصویر کی پوجا کرنا لازمی قرار دیا گیا۔

اس رپورٹ کے برصغیر کی سیاست پر بہت گہرے اثرات مرتب ہوئے۔

1۔ دنیا کو کانگریسی وزارتوں کے مسلمانوں پر روا رکھے گئے مظالم سے آگاہی حاصل ہوئی۔

2۔ کانگریس کے طرزِ حکومت کی حقیقت آشکار ہوگئی اور برطانوی حکومت اور مسلمانوں کے تعلقات میں بہتری آئی۔

Web version of PCTB
Not for sale

مسلم لیگ کی تنظیمِ نو (Re-organization of Muslim League)

قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ 1934ء میں انگلستان سے ہندوستان لوٹ آئے اور انھوں نے مسلمانوں کو متحد کرنے اور مسلم لیگ کی تنظیمِ نو کے اقدامات کیے۔ انھوں نے مسلم لیگ کے دھڑوں کو دوبارہ اکٹھا کیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ 1937ء میں منعقد ہونے والے صوبائی اسمبلی کے انتخابات میں مسلم لیگ کی خراب کارکردگی سے مایوس نہیں تھے۔ ایک مختصر عرصے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ صرف متحدہ صوبے میں مسلم لیگ کی 170 شاخیں کھولنے میں کامیاب ہوگئے۔ جلد ہی ہر صوبے میں مسلم لیگ کی شاخیں قائم ہوگئیں۔ نتیجے کے طور پر مسلم لیگ مسلمانانِ برصغیر کی واحد نمائندہ جماعت بن کر ابھری اور پاکستان حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی۔

قراردادِ لاہور (Lahore Resolution)

آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس 22 سے 24 مارچ 1940ء کو قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ صدارت منٹو پارک لاہور میں منعقد ہوا جس میں بڑی تعداد میں مسلمان وفود نے شرکت کی۔

اپنے صدارتی خطبہ میں قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے دوقومی نظریہ کی وضاحت کی اور فرمایا ''ہندو اور مسلمان دو مختلف مذاہب، فلسفے، سماجی روایات اور ادب سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ نہ تو آپس میں شادیاں کرتے ہیں نہ ہی مل کر کھانا کھاتے ہیں اور درحقیقت وہ دو مختلف تہذیبوں جو بنیادی طور پر متضاد نظریات پر مبنی ہیں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے نظریہ ہائے حیات مختلف ہیں۔ یہ بالکل واضح ہے کہ ہندو اور مسلمان تاریخ کے مختلف ماخذوں سے اپنی تحریک حاصل کرتے ہیں۔ ایسی دو اقوام کو ایک واحد ریاست کے تحت جوڑنا جس میں ایک عددی طور پر اقلیت میں ہو اور دوسری اکثریت میں، یقینی طور پر عدم اطمینان کا باعث ہوگا اور ایسی ریاست کی حکومت کے لیے بنایا گیا کوئی بھی تانا بانا آخرکار تباہی کی طرف لے جائے گا۔''

قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس 1940ء میں صدارتی خطبہ دیتے ہوئے

قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا نظریات کی روشنی میں اے۔ کے فضل الحق جو تب بنگال کے وزیرِ اعلیٰ تھے نے 23 مارچ 1940ء کو تاریخی قرارداد پیش کی جو قراردادِ لاہور کے نام سے جانی جاتی ہے۔ قرارداد میں اعلان کیا گیا ''کوئی بھی آئینی منصوبہ مسلمانوں کے لیے قابلِ عمل یا قابلِ قبول نہیں ہوگا جب

Web Version of PCTB Not for sale

تک کہ جغرافیائی طور پر ملحق اکائیوں کو نئے خطوں کی صورت میں تقسیم نہ کیا جائے جنھیں اس حد تک علاقائی تبدیلی کے ساتھ تشکیل دیا جائے جو ضروری ہو یعنی کہ وہ علاقے جہاں مسلمان عددی طور پر اکثریت میں ہیں جیسے کہ ہندوستان کے شمال مغربی اور مشرقی خطے ان کی آزاد ریاستوں کی تشکیل کے لیے گروہ بندی کر دی جائے جس میں آئینی اکائیاں آزاد اور خود مختار ہوں۔''

مینارِ پاکستان لاہور جہاں قراردادِ پاکستان پیش کی گئی

Web version
Not for Sale
PCTB

اس میں مزید لکھا گیا ''اقلیتوں کے لیے اکائیوں اور خطوں میں مناسب، مؤثر اور لازمی تحفظات ان کے مذہبی، ثقافتی، اقتصادی، سیاسی اور انتظامی تحفظ کے لیے اور اقلیتوں کے دیگر حقوق ان کی مشاورت سے آئین میں خاص طور پر مہیا کیے جائیں گے۔ اس طرح مسلمانوں کے تحفظ کے لیے انتظامات کیے جائیں جو اقلیت میں تھے۔''

قرارداد میں لفظ ''ریاستوں'' استعمال کیا گیا لیکن 1946ء میں اس میں ترمیم کی گئی اور ایک علیحدہ ریاست ''پاکستان'' کا مطالبہ شروع کیا گیا۔ یہ قراردادِ لاہور بعد ازاں ''قراردِ پاکستان'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس قرارداد کے بعد مسلمانوں کی سیاسی تحریک ایک نئے دور میں داخل ہوگئی۔ ملک بھر میں عوامی جلسے منعقد کیے گئے جن میں مسلمانوں کے لیے الگ وطن کا مطالبہ کیا گیا۔ ہندو مسلمانوں کے الگ وطن کے خلاف تھے۔ سکھوں کی جماعت ''اکالی دَل'' اور کانگریس نے پاکستان کے تصور کی شدید مخالفت کی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کانگریس قراردادِ پاکستان پر الجھ کر رہ گئی تھی۔

قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ

پنجاب سے مولانا ظفر علی خاں، صوبہ سرحد سے سردار اورنگزیب، سندھ سے سر عبداللہ ہارون اور بلوچستان سے قاضی عیسیٰ نے کئی دیگر لوگوں کے ہمراہ قرارداد کی توثیق کی۔

قراردادِ پاکستان کی منظوری کے بعد، پاکستان کے لیے جدوجہد کا آغاز ہوا جو سات سال تک جاری رہی۔ انگریزوں اور ہندوؤں نے بہت سی رکاوٹیں پیدا کیں لیکن مسلمان پرعزم رہے۔ وہ بالکل واضح تھے کہ وہ صحیح مقصد کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ اس لیے دشمنوں کی تمام چالیں ناکام ہو گئیں۔

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ دیگر راہ نماؤں کے ساتھ

تحریکِ پاکستان میں خواتین اور طلبہ کا کردار (Role of Women and Students in Pakistan Movemen)

تحریکِ پاکستان میں خواتین کا کردار (Women's Role in Pakistan Movement)

برصغیر کی مسلمان خواتین نے پاکستان کی جدوجہد میں اہم کردار ادا کیا جو اپنی مثال آپ ہے۔ ان خواتین میں قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیر محترمہ فاطمہ جناحؒ تھیں جو پاکستان کی جدوجہد میں اپنے بھائی کے شانہ بشانہ رہیں اور مسلم خواتین کی بیداری میں اپنا کردار ادا کیا۔ وہ آل انڈیا مسلم لیگ کی سرگرم رکن تھیں۔

محترمہ فاطمہ جناح

مسلم لیگ کے شعبہ خواتین (ویمن ونگ) کی تشکیل کے بعد بیگم سلمیٰ تصدق حسین نے مسلم خواتین کو مسلم لیگ کا رُکن بنانے کی مہم میں حصہ لیا۔ مارچ 1940ء میں انھوں نے لاہور میں منعقد ہونے والے مسلم لیگ کے اجلاس میں سیاسی راہ نماؤں کی بیگمات اور خواتین کے وفود کی میزبانی کے لیے شرکت کی اور پنجاب مسلم لیگ شعبہ خواتین کی جوائنٹ سیکرٹری منتخب ہوئیں۔

فاطمہ صغریٰ جنھوں نے سول سیکرٹریٹ پر مسلم لیگ کا جھنڈا لہرایا، تحریکِ پاکستان کی فعال رکن تھیں۔ وہ اس وقت صرف چودہ سال کی تھیں۔

بیگم شائستہ اکرام اللہ مسلم گرلز فیڈریشن کی آرگنائزر تھیں۔ اس وقت نوجوان لڑکیوں کو منظم کرنا آسان کام نہیں تھا لیکن اس مشکل مرحلے پر بھی انھوں نے ہمت نہیں ہاری اور ہندوستان بھر میں طالبات کو منظم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

Web version of PCTB Not for Sale

فاطمہ صغریٰ

مسلم لیگ شعبہ خواتین کی مہم

بیگم رعنا لیاقت علی پاکستان کی خاتونِ اوّل تھیں۔ وہ پاکستان کے پہلے وزیرِ اعظم لیاقت علی خاں کی اہلیہ تھیں۔ انھوں نے قیامِ پاکستان کے بعد مہاجرین کی بحالی کے لیے خدمات انجام دیں۔ وہ صوبہ سندھ کی پہلی خاتون گورنر تھیں۔ انھوں نے خواتین کی تنظیم آل پاکستان ویمن ایسوسی ایشن (اپوا) کی بنیاد رکھی۔ انھوں نے نیدر لینڈ (ہالینڈ) اور اٹلی میں پاکستانی سفیر کے طور پر بھی خدمات انجام دیں۔

تحریکِ پاکستان کی ایک راہ نما بیگم مولانا محمد علی جوہر نے اپنی ساس (بی اماں) کے ہمراہ تحریکِ خلافت میں حصہ لیا۔ انھوں نے نہ صرف خواتین بلکہ مردوں میں بھی سیاسی بیداری پیدا کی۔

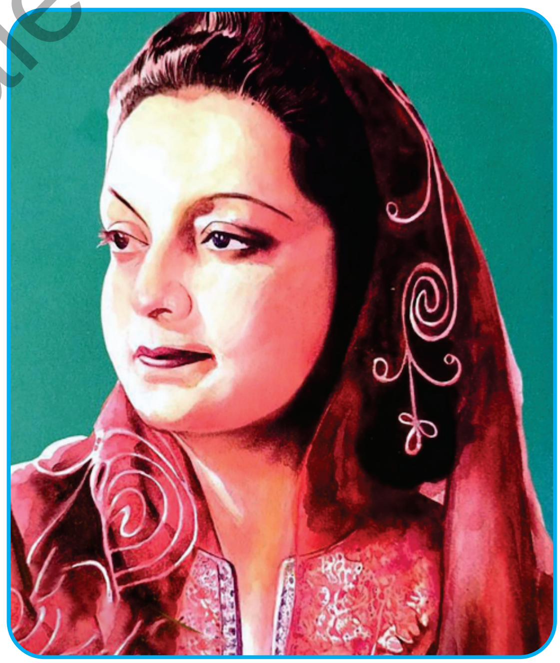

بیگم رعنا لیاقت علی خاں

بیگم شائستہ اکرام اللہ

لیڈی نصرت ہارون نے تحریکِ خلافت میں حصہ لیا۔ 1925ء میں انھوں نے ''اصلاح الخواتین'' کے نام سے کراچی میں ایک ایسوسی ایشن کی بنیاد رکھی جسے

Web version of PCTB Not for sale

کراچی میں خواتین کی پہلی ایسوسی ایشن ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ مختصر یہ کہ خواتین نے کئی رکاوٹوں کے باوجود تحریکِ پاکستان میں اہم کردار ادا کیا۔

بیگم جہاں آرا شاہنواز گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے لندن گئیں۔ انھوں نے دوسری اور تیسری گول میز کانفرنسوں میں خواتین کی نمائندگی کی۔ وہ مسلم خواتین میں سیاسی شعور بیدار کرنے کے لیے آل انڈیا مسلم لیگ ویمن کمیٹی کی رکن بنیں۔ انھوں نے مسلم لیگ کے 1940ء میں لاہور کے تاریخی اجلاس میں بھی شرکت کی۔

بیگم نصرت ہارون

بیگم جہاں آرا شاہنواز

تحریکِ پاکستان میں طلبہ کا کردار (Students' Role in Pakistan Movement)

طلبہ نے پاکستان کی تاریخی جدوجہدِ آزادی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ برِصغیر میں برطانوی حکومت کے دوران میں طلبہ تبدیلی کے لیے ایک قابلِ اعتماد قوت کے طور پر ابھرے۔ اگست 1936ء میں لکھنؤ میں آل انڈیا سٹوڈنٹس کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔ ضلعی اور صوبائی طلبہ تنظیموں کی طرف سے چنے گئے وفود نے آل انڈیا سٹوڈنٹس فیڈریشن (AISF) تشکیل دی۔ اس ابتدائی کانفرنس کے تین ماہ بعد لاہور میں ایک اور اجلاس منعقد کیا گیا۔ اے آئی ایس ایف نے اپنا چھٹا اجلاس ہندوستان کے صوبہ جس کا نام 'مرکزی صوبہ' (موجودہ نام مدھیہ پردیش) ہے کے دارالحکومت ناگ پور میں 25 دسمبر 1940ء کو منعقد کیا۔ اس کانفرنس کا ایجنڈا انگریزی حکمرانی کے خلاف لائحہ عمل اور پالیسی تشکیل دینا تھا۔

علی گڑھ کے طلبہ ہندوستان کے باقی مسلمانوں کے لیے رویّے اور لباس میں رفتار کا تعین کرنے والے بن گئے (رویے اور لباس میں نمونہ بن گئے)۔

قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ طلبہ کے ہمراہ

پنجاب، بنگال، مدراس، سندھ، سرحد، یوپی، بمبئی اور حیدر آباد سے آئے ہوئے نوجوان برسوں تک علی گڑھ میں ٹھہرتے، بطور طالب علم ایک سی وردی پہنتے اور ان میں نمایاں یکسانیت پیدا ہو جاتی تھی۔

جدید دنیا کے قریباً تمام عظیم انقلابات میں نوجوان یا طالب علم کا عنصر مشترک ہے۔ تخلیقِ پاکستان میں بھی ایسے بہت سے حصہ لینے والے لوگ تھے جنھوں نے تحریکِ آزادی میں اہم کردار ادا کیا۔

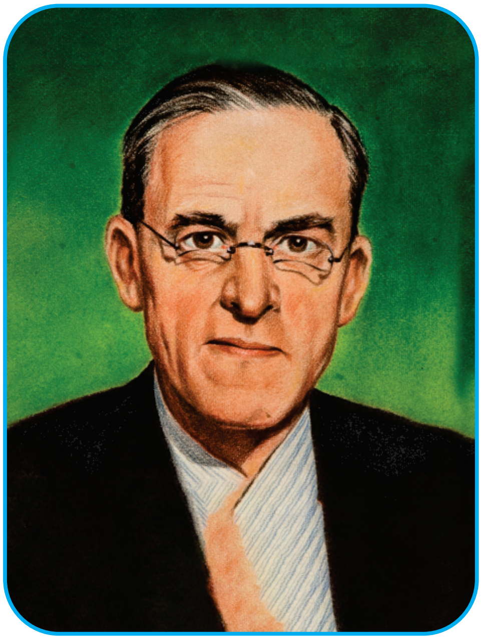

سر سٹیفورڈ کرپس

کرپس تجاویز 1942ء (Cripps Proposals)

دوسری عالمی جنگ کے دوران میں برطانیہ کی پوزیشن کمزور تھی اور انھیں جاپان کی پے در پے فتوحات سے خطرہ تھا۔ ان حالات میں برطانوی حکومت نے 1942ء میں کچھ آئینی معاملات پر ہندو مسلم اتفاقِ رائے حاصل کرنے کے لیے سر سٹیفورڈ کرپس کی سربراہی میں ایک مشن ہندوستان بھیجا۔

کرپس دہلی پہنچے اور نہرو، ابوالکلام آزاد اور قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سمیت سرکردہ ہندوستانی سیاست دانوں سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کیا۔ ان ملاقاتوں میں انھوں نے ان راہ نماؤں کو اپنی درج ذیل تجاویز کو قبول کرنے پر قائل کرنے کی کوشش کی:۔

1۔ انڈین یونین ڈومینین (Dominion) ریاستیں ہوں گی۔

2۔ آئین کی تشکیل کے لیے ایک دستور ساز اسمبلی قائم کی جائے گی۔

3۔ صوبوں کو آزادی ہوگی کہ وہ انڈین یونین میں شامل ہو جائیں یا اپنی یونین بنا لیں۔

4۔ انڈین یونین دولتِ مشترکہ میں شمولیت کے لیے آزاد ہوگی۔

دریافت کریں

کرپس ہندوستان کیوں آیا؟

کانگریس اور مسلم لیگ کا ردِعمل (Reaction of Congress and Muslim League)

کانگریس اور مسلم لیگ دونوں نے تجاویز مسترد کر دیں۔ کانگریس نے صوبوں کو اپنی یونین بنانے کا حق دیے جانے کی وجہ سے اسے مسترد کر دیا جب کہ مسلم لیگ نے اس لیے مسترد کیا کہ اس میں ہندوستان کی تقسیم اور ایک آزاد ریاست کے قیام کی کوئی واضح تجویز نہ تھی۔ اس طرح دونوں جماعتوں کی طرف سے مسترد کیے جانے کے باعث مشن ناکام ہو گیا اور برصغیر میں صورتِ حال مزید ابتر ہو گئی۔

ہندوستان چھوڑ دو تحریک (Quit India Movement)

کرپس کی روانگی کے ساتھ ہی گاندھی اور کانگریس کی طرف سے ہندوستان چھوڑ دو تحریک شروع کی گئی۔ ہندوستان چھوڑ دو کا مطلب تھا 'برطانوی حکومت کا ہندوستان سے انخلا اور اختیارات کا ہندوؤں کے سپرد کرنا'۔ ہندوؤں نے اپنے اکثریتی صوبوں میں سرکاری عمارات کو آگ لگا کر اور بجلی کے تار کاٹ کر امن و امان کا مسئلہ پیدا کر دیا لیکن جلد ہی تحریک کو دبا دیا گیا۔

مسلم لیگ نے ہندوستان چھوڑ دو تحریک کی مذمت کی اور صوبائی حکومتوں کا حصہ بن گئی۔ قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کو تقسیم کرو اور چھوڑ دو کا نعرہ دیا۔ کیوں کہ یہ قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی سوچی سمجھی رائے تھی کہ برطانیہ کے ہندوستان سے جانے کے بعد ہندو کبھی مسلمانوں کو انصاف نہیں دیں گے۔ اس لیے انگریزوں کو ہندوستان کو تقسیم کرکے چھوڑنا چاہیے۔ ہندوستان چھوڑ دو تحریک کی ناکامی نے ہندوؤں پر یہ واضح کر دیا کہ ہندوستان میں کوئی بھی تحریک

Web version of PCTB Not for sale

مسلمانوں کی حمایت کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتی۔

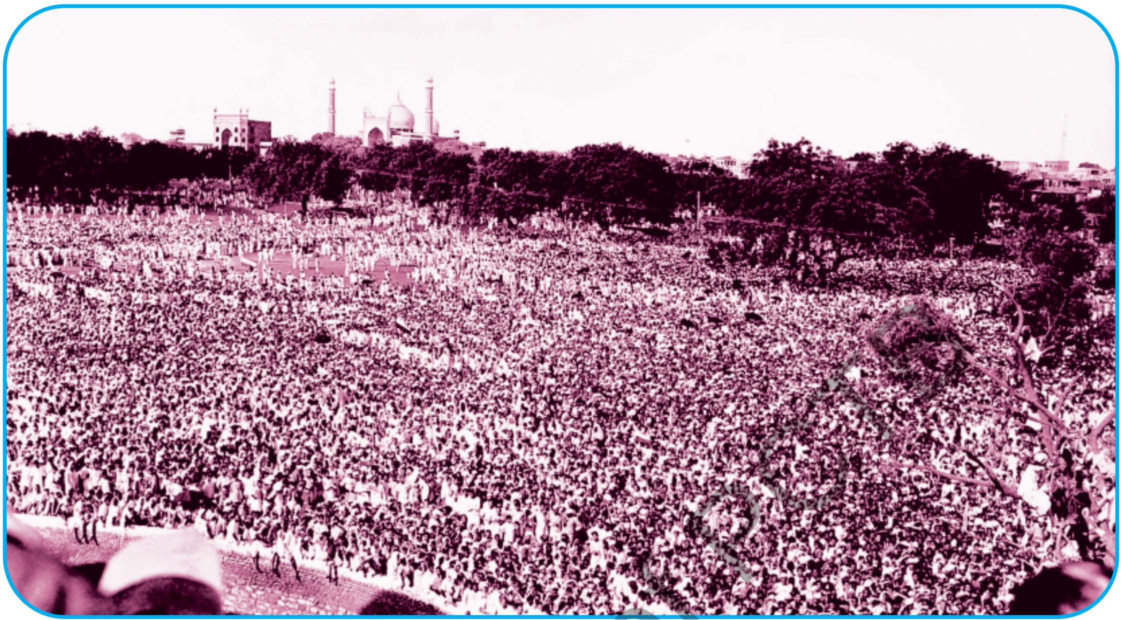

ہندوستان چھوڑ دو تحریک

یومِ راست اقدام 1946ء (Direct Action Day)

آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے 31 / جولائی 1946ء کو ایک پریس کانفرنس میں مسلمانانِ ہند کے لیے ایک الگ ریاست پاکستان قبول نہ کرنے کے برطانوی حکومت اور آل انڈیا نیشنل کانگریس کے رویے کے خلاف احتجاج کرنے کا اعلان کر دیا۔ انھوں نے اعلان کیا ''ہم منقسم ہندوستان چاہتے ہیں، متحدہ ہندوستان نہیں۔'' 16 / اگست 1946ء کو پورے ہندوستان میں جلوس اور مظاہرے ہوئے۔

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ لیاقت علی خاں کے ہمراہ

قانونِ آزادی 1947ء اور قیامِ پاکستان

(The Independence Act of 1947 and the Establishment of Pakistan)

برطانوی پارلیمنٹ نے قانونِ آزادی 1947ء، 18 / جولائی 1947 کو منظور کیا۔ اس قانون کی رو سے برصغیر میں دو آزاد ریاستیں وجود میں آئیں۔

Web version
Not for sale

قائدِاعظم رحمۃ اللہ علیہ اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن

13 راگست 1947ء کو وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کراچی آئے۔ 14راگست 1947ء کو قائدِاعظم رحمۃ اللہ علیہ اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن دونوں دستور ساز اسمبلی کے ہال میں پہنچے اور وائسرائے نے سرکاری طور پر نوزائیدہ ریاست پاکستان کا اقتدار منتقل کیا۔ قائدِاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کا حلف اٹھایا اور لیاقت علی خاں کو پہلا وزیرِ اعظم نامزد کیا گیا۔ اس طرح پاکستان دنیا کے نقشے پر ایک خود مختار اسلامی ریاست کے طور پر ابھرا۔ قائدِاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ کے فضل و کرم سے ناممکن کو ممکن کر دکھایا۔

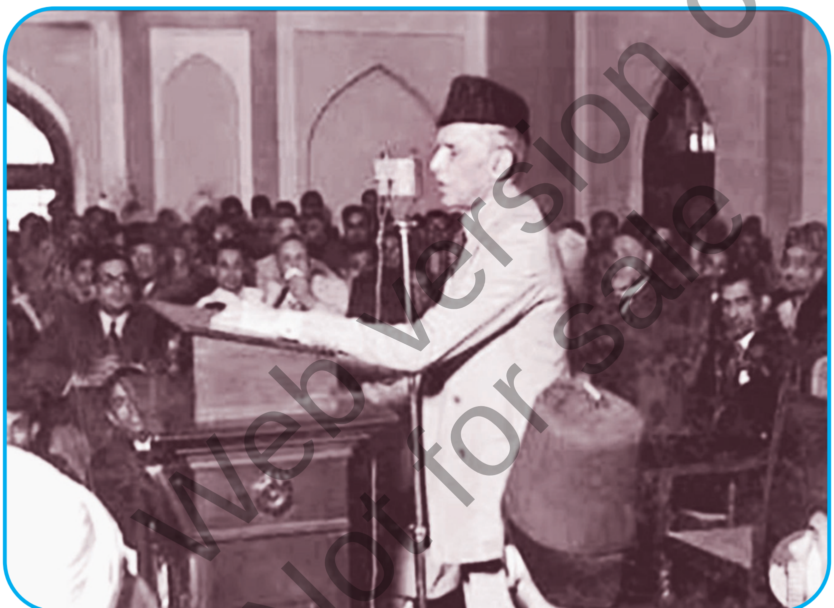

قائدِاعظم رحمۃ اللہ علیہ

Web version of PCTB
Not for Sale

قیامِ پاکستان میں اقلیتوں کا کردار (Role of Minorities in the Establishment of Pakistan)

قیامِ پاکستان میں قائدِاعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ اور آل انڈیا مسلم لیگ کے ساتھ اقلیتوں، مسیحیوں، ہندوؤں، سکھوں، پارسیوں وغیرہ نے بھی اپنا کردار ادا کیا۔ انھوں نے قراردادِ لاہور، حد بندی کمیشن اور تقسیمِ پنجاب میں اپنا بہترین کردار ادا کیا۔ انھوں نے پاکستان کی حمایت کی اور تحریکِ پاکستان میں اپنا کردار ادا کیا جب وہ اپنے عروج پر تھی۔

قائدِاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست پر دیوان بہادر ستیہ پرکاش سنگھا، معروف قانون دان چودھری چندو لعل، سی۔ای گبن، ایف۔ای چودھری، راج کماری

امرت، فضل الٰہی، الفریڈ پرشاد اور ایس۔ ایس البرٹ نے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس، جو 22 تا 24 / مارچ 1940ء کو منٹو پارک لاہور میں منعقد ہوا، میں شرکت کی۔ اجلاس میں دوبارہ یقین دہانی کرائی گئی کہ اقلیتوں کے مذہبی، ثقافتی، سیاسی حقوق کا ان کی مشاورت کے ساتھ تحفظ کیا جائے گا۔

1942ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس دھوبی گھاٹ، لائل پور (فیصل آباد) کے گراؤنڈ میں منعقد ہوا۔ انڈین کرسچن ایسوسی ایشن نے قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور محترمہ فاطمہ جناح ؒ کو افتتاحی خطبہ پیش کیا۔ اس خطبے کے جواب میں قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یقین دلایا کہ پاکستان میں تمام اقلیتوں کو مساوی حقوق دیے جائیں گے۔

ایف ای چودھری

سی ای گبن

دیوان بہادر ستیہ پرکاش سنگھا

قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''پاکستان اقلیتوں کے تمام مسائل کا حل ہوگا۔'' انھوں نے یہ بات مذہبی اقلیتوں بشمول مسیحی، شیڈول کاسٹ، ہندو، سکھ، اینگلو انڈین اور یورپین کی طرف سے 1942ء میں لائل پور میں اپنے اعزاز میں دیے گئے استقبالیہ کے دوران میں کہی۔ ایس۔ پی سنگھا اور دیگر راہ نماؤں جیسے کہ سی۔ ای گبن اور فضل الٰہی نے پنجاب حد بندی کمیشن کے روبرو اپنے بیانات قلم بند کرائے۔ ان راہ نماؤں نے درخواست کی کہ مسیحی آبادی کو پاکستان کا حصہ شمار کیا جائے۔ مسیحیوں کے مسلم لیگ کے ساتھ کھڑے ہونے کے جرأت مند فیصلے کو پاکستان کے لیے ان کا ووٹ قرار دیا گیا۔ دیگر اقلیتی انجمنوں جیسے کہ جوائنٹ کرسچن بورڈ، پنجاب شیڈول کاسٹ فیڈریشن، آل انڈیا کرسچن ایسوسی ایشن پنجاب اور بابا جیون سنگھ امرتسر والے نے حد بندی کمیشن کو پاکستان میں شامل کیے جانے کے لیے اپنی رضا مندی بھیجی۔ جوگندر ناتھ منڈل نے بھی اس اعلان کی تائید کی۔ مشہور

چودھری چندو لعل

جمشید ان جی مہتہ

Web version PCTB
Not for sale

پارسی سیاست دان جمشید نسروان جی مہتہ (کراچی کے پہلے منتخب میئر) اور دیگر پارسی برادری نے بھی تشکیلِ پاکستان میں اہم کردار ادا کیا۔

تحریکِ پاکستان کے آخری ایام میں قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ مسیحی راہ نما چودھری چندولعل سے ملے کہ اقلیتوں کو پاکستان کی حمایت پر قائل کریں۔ انھوں نے قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ دیا۔ اس وقت ایک مسیحی راہ نما جوشوا فضل دین نے پورے پنجاب کو پاکستان کا حصہ بنانے کے لیے تحریک شروع کی۔

21 جون 1947ء کو پنجاب قانون ساز اسمبلی کے منتخب مسیحی ارکان کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت دیوان بہادر ایس پی سنگھا نے کی جو ایک معروف مسیحی راہ نما اور اس اسمبلی کے سپیکر تھے۔ اس اجلاس میں متفقہ طور پر پاکستان کو ووٹ دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس لیے اسمبلی کے تمام مسیحی ارکان نے قیامِ پاکستان کی راہ ہموار کرنے کے لیے پنجاب کی تقسیم کے حق میں ووٹ دیا۔

اہم نکات (Main Points)

(1) 1886ء میں سر سید احمد خاں نے برٹش انڈین ایسوسی ایشن قائم کی۔
(2) انڈین نیشنل کانگریس 1885ء میں قائم کی گئی۔
(3) تقسیم بنگال کی منسوخی پر مسلمانوں نے شدید ردِ عمل کا اظہار کیا۔
(4) شملہ وفد کا سب سے بڑا مقصد مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخابات کا مطالبہ کرنا تھا۔
(5) مسلم لیگ 1906ء میں قائم ہوئی۔
(6) مولانا محمد علی جوہر نے تحریکِ خلافت میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔
(7) قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ گاندھی کی سول نافرمانی کے حق میں نہیں تھے۔
(8) قراردادِ لاہور اس وقت کے وزیرِ اعلیٰ بنگال مولوی اے۔ کے فضل الحق نے پیش کی۔
(9) برطانوی پارلیمنٹ نے قانون آزادیِ ہند 1947ء، 18 جولائی 1947ء کو منظور کیا۔
(10) قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کے پہلے گورنر جنرل بنے۔
(11) قیامِ پاکستان میں اقلیتوں نے بھی اہم کردار ادا کیا تھا۔

فرہنگ

الفاظ	معانی
فرض۔ فریضہ	کوئی چیز جسے کوئی شخص یقینی طور پر کرنے کا پابند ہو۔
توثیق	حمایت
ابھرنا	ظاہر ہونا۔

Web version of PCTB
Not for sale

مشق

سوال نمبر 1: درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے۔

(i) مسلم لیگ قائم ہوئی:

(الف) 1900ء (ب) 1906ء (ج) 1910ء (د) 1916ء

(ii) انڈین نیشنل کانگریس 1885ء میں قائم ہوئی:

(الف) دہلی میں (ب) بمبئی میں (ج) لاہور میں (د) کلکتہ میں

(iii) تقسیمِ بنگال منسوخ ہوئی:

(الف) 1911ء (ب) 1913ء (ج) 1915ء (د) 1917ء

(iv) شملہ وفد جا کر ملا:

(الف) لارڈ کیننگ (ب) لارڈ کرزن (ج) لارڈ منٹو (د) لارڈ رپن

(v) قرارداد پاکستان منظور ہوئی:

(الف) 1939ء (ب) 1940ء (ج) 1941ء (د) 1942ء

(vi) قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے چودہ نکات پیش کیے:

(الف) 1919ء (ب) 1928ء (ج) 1929ء (د) 1940ء

(vii) پہلی گول میز کانفرنس منعقد ہوئی:

(الف) 1929ء (ب) 1930ء (ج) 1931ء (د) 1932ء

(viii) کمیونل ایوارڈ پیش کیا گیا:

(الف) 1931ء (ب) 1932ء (ج) 1933ء (د) 1934ء

(ix) کرپس تجاویز پیش کی گئیں:

(الف) 1940ء (ب) 1941ء (ج) 1942ء (د) 1943ء

(x) قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کو یومِ نجات منانے کی ہدایت کی:

(الف) 1936ء (ب) 1937ء (ج) 1938ء (د) 1939ء

سوال 2: درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے۔

(i) تحریکِ خلافت سے کیا مراد ہے؟

(ii) مسلمانوں نے نہرو رپورٹ کو تسلیم کرنے سے کیوں انکار کیا؟

Web version of PCTB
Not for sale

(iii) مسلم لیگ کے قیام کے مقاصد بیان کریں۔

(iv) سول نافرمانی کی تحریک کیوں شروع ہوئی؟

(v) شملہ وفد کی قیادت کس نے کی؟

(vi) قراردادِ لاہور کے سالانہ اجلاس کی صدارت کس نے کی؟

(vii) ہندوستان چھوڑ دو تحریک کا مقصد کیا تھا؟

(viii) قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے لائل پور (فیصل آباد) میں 1942ء میں ایک اجلاس میں کیا فرمایا؟

سوال 3: درج ذیل سوالات کے تفصیل سے جوابات لکھیے۔

(i) مسلم لیگ کے قیام کے پس منظر پر بحث کریں۔

(ii) میثاقِ لکھنؤ کے اہم نکات لکھیے۔

(iii) برصغیر میں ہندوستانیوں کی طرف سے شروع کی گئی تحریک خلافت کی وضاحت کریں۔

(iv) سول نافرمانی کی تحریک اور ہندو مسلم اتحاد پر اس کے اثرات پر تبادلۂ خیال کریں۔

(v) قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کے چودہ نکات کو نمایاں کریں۔

(vi) قراردادِ لاہور کو قراردادِ پاکستان کیوں کہا جاتا ہے؟ وضاحت کیجیے۔

(vii) مسلم لیگ کا قیام اور اس کے مقاصد بیان کریں۔

سیکھنے کی سرگرمیاں (Learning Activities)

فلو چارٹ (Flow Chart)

1857ء سے 1947ء تک برصغیر میں پیش آنے والے اہم واقعات کی شناخت کرنے میں طلبہ کی مدد کرنے کے لیے فلو چارٹ استعمال کریں۔

کوئز (Quiz)

تقسیمِ ہند اور قیامِ پاکستان (1940ء-1947ء) پر کوئز تیار کریں۔

پروجیکٹ-1

جماعت کو گروہوں میں تقسیم کریں۔ ہر گروہ کو کتابوں اور انٹرنیٹ کی مدد سے معلومات اکٹھی کرنے کے لیے کہیں اور یہ نتیجہ اخذ کریں کہ محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے بجا طور پر قائدِ اعظم کا لقب حاصل کیا ہے۔ ہر گروہ اپنے نتائج کو سمجھنے اور مزید بحث کے لیے کلاس کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔

پروجیکٹ-2

استاد کلاس کو گروہوں میں تقسیم کر کے یہ دریافت کر سکتا ہے کہ بنگال کی تقسیم مسلمانوں کی حق میں کیسے ہوئی۔ ہر گروہ اپنے نتائج کو سمجھے اور مزید بحث کرنے کے لیے کلاس کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔

Web version of PCTB
Not for sale

5

پاکستان ایک نوزائیدہ مملکت

1947ء سے تاحال

حاصلاتِ تعلم (Student's Learning Outcomes)

علم (Knowledge)

اس باب کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- 1947ء کے بعد پاکستان کے ابتدائی دور کی نمایاں خصوصیات بیان کر سکیں۔
- کشمیر کی جنگ کے واقعات وضاحت سے بیان کر سکیں۔
- قراردادِ مقاصد کے بنیادی تصور (مرکزی خیال) کو بیان کر سکیں۔
- 1956ء کے آئین کی اہم خصوصیات بیان کر سکیں۔
- ایوب خاں کے دور کی کچھ خصوصیات بیان کر سکیں۔
- 1965ء کی جنگ کے اسباب اور واقعات کی نشان دہی کر سکیں۔
- 1971ء کی جنگ کے اسباب اور واقعات کی نشان دہی کر سکیں۔
- افغان جنگ کے اسباب اور واقعات کی نشان دہی کر سکیں۔
- سرد جنگ سے دہشت گردی کے خلاف جنگ کی طرف جانے کی واقعاتی ترتیب کی نشان دہی کر سکیں۔

مہارتیں (Skills)

اس باب کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- آزادی کے بعد پاکستان کو جن سب سے مشکل مسائل کا سامنا کرنا پڑا ان کا اندازہ لگا سکیں۔
- پاکستان پر کشمیر کی جنگ کے اثرات دریافت کر سکیں۔
- قراردادِ مقاصد کیوں تمام دساتیر کا لازمی حصہ بن گئی ہے دریافت کر سکیں۔
- ایوب خاں کے دورِ حکومت کے چند بڑے سنگ میلوں کی نشان دہی کر سکیں۔
- 1965ء کی جنگ کے کچھ اسباب دریافت کر سکیں۔
- 1962ء کے آئین کا 1973ء کے آئین سے موازنہ کر سکیں۔
- 1971ء کی جنگ کے اہم اسباب دریافت کر سکیں۔
- دہشت گردی کے خلاف جنگ کے پاکستان کی سماجی اور معاشی تاریخ پر اثرات دریافت کر سکیں۔
- دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاک فوج کے کردار کی نشان دہی کر سکیں۔

Web version of PCTB
Not for sale

1947 کے بعد پاکستان کے ابتدائی دور کی چند نمایاں خصوصیات

(Some Salient Features of the Early Beginning of Pakistan After 1947)

جب پاکستان 14 ر اگست 1947ء کو معرض وجود میں آیا یہ دُنیا کی سب سے بڑی مسلم ریاست تھی۔ پاکستان کو بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑا لیکن اللہ کے فضل وکرم سے ملک ان مسائل پر قابو پانے میں کامیاب ہوا۔

1۔ نوزائیدہ مملکت میں حکومت کی تشکیل (Formation of Government in Newlyborn State)

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ گورنر جنرل پاکستان کا حلف اُٹھاتے ہوئے

قیام پاکستان کے بعد قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ ملک کے پہلے گورنر جنرل بنے۔ معاملات کو خوش اسلوبی سے چلانے کے لیے حکومت تشکیل دی گئی۔ لیاقت علی خاں پاکستان کے وزیراعظم منتخب ہوئے۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کابینہ کے دیگر ارکان بھی نامزد کیے۔ پہلی کابینہ نے 15 ر اگست 1947 کو حلف اٹھایا۔

2۔ ریڈ کلف ایوارڈ (RadcliffAward)

3 رجون 1947ء کے منصوبے کے مطابق پنجاب اور بنگال کو مسلم اور غیر مسلم علاقوں میں تقسیم کیا جانا تھا۔ اس کے لیے ریڈ کلف کی سربراہی میں حد بندی کمیشن قائم کیا گیا۔ پاکستان کو اپنے حقیقی دعوے سے محروم کر دیا گیا۔ گورداس پور اور فیروز پور کے اضلاع کے مسلم اکثریتی علاقے کشمیر تک زمینی راستہ مہیا کرنے کے لیے غیر منصفانہ طور پر بھارت کو دے دیے گئے۔

3۔ پناہ گزینوں کی آمد (Arrival of Refugees)

لاکھوں مسلمان خاندان بھارت سے ہجرت کر کے پاکستان آ گئے۔ ان پناہ گزینوں کی پاکستان میں بحالی اُس وقت کی انتظامیہ کے لیے بہت بڑا کام تھا۔ اُن کے لیے رہائش، لباس اور خوراک کی فراہمی بہت بڑا چیلنج تھا۔

4۔ انتظامی مسائل (Administrative Problems)

حکومت پاکستان نے نامساعد حالات میں اپنا کام شروع کیا۔ کراچی کو پاکستان کا دارالحکومت قرار دیا گیا وہاں بھی تمام انتظامی سہولیات کا فقدان تھا۔ تجربہ کار اور تربیت یافتہ ملازمین کے بغیر یہ کیسے ہوسکتا تھا؟ قوم نے یہ چیلنج قبول کیا اور مشکل حالات میں فرائض سرانجام دیے۔

پناہ گزینوں کی پاکستان آمد

Web Version of PCTB Not for sale

5۔ اثاثوں کی تقسیم (Division of Assets)

بھارتی حکومت چار ارب روپے کی نقد رقم سے پاکستان کو اس کا حصہ دینے سے گریزاں رہی۔ پاکستان کا حصہ 750 ملین روپے تھا۔ 200 ملین کی پہلی قسط ایک ساتھ جاری کر دی گئی جب کہ باقی رقم غیر قانونی طور پر روک لی گئی۔ عالمی دباؤ پر بھارت یہ رقم ادا کرنے کے لیے تیار ہو گیا اگر پاکستان وادی کشمیر کو بھارت کے حوالے کر دے۔

6۔ مسلح افواج کی تقسیم (Division of Armed Forces)

دونوں ممالک میں فوجی اثاثے بھی تقسیم کیے جانے تھے۔ تاہم بھارت نے واجب حصہ بھی دینے سے انکار کر دیا۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ تمام فوجی اثاثے دونوں ریاستوں کے مابین 64 فیصد اور 36 فیصد کے تناسب سے بالترتیب بھارت اور پاکستان میں تقسیم کیے جائیں گے۔ لیکن بھارت نے اس فیصلے پر عمل درآمد نہ کیا۔

7۔ نہری پانی کے مسائل (Canal Water Problems)

دریائے راوی

صوبہ پنجاب کی تقسیم سے صوبے میں دریاؤں کا قدرتی بہاؤ متاثر ہوا۔ معاملہ حل ہوا اور دونوں ممالک کو مذاکرات کی میز پر لایا گیا۔ عالمی بینک نے تمام صورت حال کا سمجھداری سے جائزہ لیا اور بحران کے وقت پاکستان کی مدد کرنے کا وعدہ کیا۔ دونوں ممالک میں 1960ء میں سندھ طاس معاہدے پر دستخط کیے گئے۔ پاکستان نے تین دریاؤں (راوی، ستلج اور بیاس) پر بھارت کی ملکیت تسلیم کر لی اور بھارت نے جہلم، چناب اور سندھ کے پانیوں پر اپنا دعویٰ چھوڑ دیا۔

8۔ ریاستوں کا مسئلہ (Problem of States)

تخلیقِ پاکستان کے وقت برصغیر میں کم و بیش 600 چھوٹی بڑی ریاستیں تھیں۔ ان ریاستوں کو کھلا اختیار دیا گیا کہ وہ پاکستان یا بھارت کے ساتھ شمولیت کر لیں یا آزاد رہ لیں۔ چار ریاستیں ایسی تھیں جن پر بھارت نے طاقت کے زور پر قبضہ کر لیا اور اس سے مسائل پیدا ہوئے کیونکہ یہ ریاستیں پاکستان کے ساتھ شامل ہونا چاہتی تھیں۔ یہ ریاستیں تھیں کشمیر، حیدر آباد، جونا گڑھ اور مناوادر۔

9۔ آئینی مسائل (Constitutional Problems)

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 میں ترامیم کر کے اسے آزادی ایکٹ 1947 کے طور پر ملک میں نافذ کیا گیا۔ سب سے بڑا کارنامہ پاکستان کے آئین 1956 کی شکل میں چودھری محمد علی نے کیا جو اس وقت وزیر اعظم تھے۔

10۔ معاشی مسائل (Economic Problems)

پاکستان وسائل کی کمی کی وجہ سے سنگین معاشی مسائل کا سامنا کر رہا تھا۔

11۔ جغرافیائی مسائل (Geographical Problems)

جب پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو یہ دو بڑے حصوں (مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان) پر مشتمل تھا۔ ملک کے ان دو حصوں کے درمیان 1750 کلومیٹر بھارتی علاقہ تھا۔

Web version of PCTB Not for sale

12۔ بھارت کی دشمنی (Enmity of India)

پہلے تو یہ کہ کانگریسی راہ نما تقسیم برصغیر سے پہلے ہی قیامِ پاکستان کے خلاف تھے۔ اُنھوں نے مسائل پیدا کیے اور نتیجے کے طور پر 1948ء میں پاکستان اور بھارت کے مابین پہلی جنگ لڑی گئی۔ بعدازاں ان دوممالک کے درمیان 1965ء اور 1971ء میں مزید دو بڑی جنگیں لڑی گئیں۔

13۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات (Death of Quaid-e-Azam)

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ان تھک کوششوں سے پاکستان 14 ؍اگست 1947ء کو وجود میں آچکا تھا۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کے گورنر جنرل بنے۔ بدقسمتی سے آپ رحمۃ اللہ علیہ صرف 13 ماہ بعد 11 ؍ستمبر 1948ء کو وفات پا گئے۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پاکستان کا نقصانِ عظیم تھا۔

قائداعظم رحمۃ اللہ کے مرقد پر فاتحہ خوانی

کیا آپ جانتے ہیں؟

لیاقت علی خاں، پاکستان کے پہلے وزیرِ اعظم، پاکستان کی جدوجہد میں قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بہت قریب تھے۔

کشمیر کی جنگ (The Kashmir War)

- پاکستان اور بھارت دونوں نے جموں وکشمیر پر دعویٰ کیا تھا۔ تقسیم کے وقت کشمیر کی اکثریتی آبادی مسلمان تھی لیکن حکمران ہندو ڈوگرہ تھا۔ ہندو راجا کشمیر کو بھارت کے ساتھ ضم کرنا چاہتا تھا۔ اُس وقت کی مسلمان قیادت نے اسے مسترد کر دیا۔ پاکستان کا دعویٰ آزادی کے اس اصول کی بنیاد پر تھا کہ مسلم اکثریتی علاقے پاکستان کا حصہ ہوں گے۔ بھارت کا خیال تھا کہ اس پر ہندو راجا کی حکومت ہے اس لیے اسے بھارت کا حصہ ہونا چاہیے۔
- کشمیر کے ہندو حکمران نے بھارت میں شمولیت کے لیے ہندوستانی حکومت کے ساتھ

Web version of PCTB
Not for sale

ایک معاہدے پر دستخط کیے۔ معاہدے کے بعد بھارت نے اپنی فوج کشمیر میں اتار دی۔ کشمیری مسلمانوں نے جنگ شروع کر دی اور کشمیر کا تقریباً ایک تہائی بھارتی فوج سے آزاد کرا لیا۔

- ہندوستان اس مسئلے کو اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل میں لے گیا اور دعویٰ کیا کہ کشمیر پہلے بھارت کا حصہ تھا۔
- پاکستان نے بھارتی دعوے کو چیلنج کر دیا۔ اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل نے قرارداد منظور کر لی کہ کشمیر کو اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہونا چاہیے۔
- سلامتی کونسل نے 1949ء میں پھر ایک قرارداد منظور کی جس میں کشمیر میں جنگ بندی کا کہا گیا اور تسلیم کیا گیا کہ کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کشمیری عوام کی مرضی سے کیا جائے گا۔ اس مقصد کے لیے اقوامِ متحدہ کی زیرِ نگرانی استصوابِ رائے کرایا جائے گا۔
- پاکستان اور بھارت دونوں نے سلامتی کونسل کی قرارداد قبول کر لی۔ اس قرارداد کے مطابق کشمیر میں جنگ مقررہ وقت پر روک دی گئی۔ اقوامِ متحدہ نے جنگ بندی کی نگرانی کے لیے مبصرین مقرر کر دیے تھے۔

وادیٔ کشمیر کا ایک منظر

Web version of PCTB
Not for sale

بھارت کا کشمیر میں استصوابِ رائے سے انکار (India's Refusal to Hold Plebiscite in Kashmir)

- کشمیر میں جنگ بندی کے انتظامات کی ابتدائی کامیابی کے بعد توقع تھی کہ اقوامِ متحدہ اپنی نگرانی میں کشمیر میں استصوابِ رائے منعقد کرائے گا لیکن اقوامِ متحدہ بھارت کے انکار کے باعث استصوابِ رائے نہ کرا سکا۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

کشمیر ایک خوب صورت وادی ہے اور اسے ”زمین پر جنّت“ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

برِصغیر میں اقوامِ متحدہ کے ایلچی کی آمد (Arrival of UN Envoy in Subcontinent)

- اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل نے کشمیر میں ریفرنڈم کرانے کی کئی کوشش کیں جیسا کہ وعدہ تھا۔

- 1957ء میں اقوام متحدہ نے مسئلہ کشمیر کا جائزہ لینے کے لیے بھارت اور پاکستان میں ایک نمائندہ بھیجا۔ پاکستان نے اُس ایلچی سے مکمل تعاون کیا لیکن بھارت نے تعاون کرنے سے انکار کر دیا۔ حتیٰ کہ آج بھی بھارت سلامتی کونسل کی قرارداد پر عمل درآمد کے لیے تیار نہیں۔ طویل عرصہ سے زیرالتواغیرحل شدہ مسئلہ کشمیر علاقائی اور عالمی امن کے لیے ایک فلیش پوائنٹ (Flash Point) ہے۔ عالمی امن کو برقرار رکھنے کے لیے اس مسئلے کا حل ناگزیر ہے۔

سلامتی کونسل (اقوام متحدہ)

قراردادِ مقاصد (Objectives Resolution)

12 / مارچ 1949 کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے اس وقت کے وزیراعظم پاکستان لیاقت علی خاں کی طرف سے پیش کی گئی ایک قرارداد منظور کی۔ اسے قراردادِ مقاصد کہا گیا۔ اس (قرارداد) نے اعلان کیا کہ پاکستان کا مستقبل کا آئین نظریہ پاکستان اور اسلام کے جمہوری عقیدے پر مبنی ہوگا۔ قراردادِ مقاصد نے مندرجہ ذیل اصولوں کا اعلان کیا:۔

1۔ حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے جو اسے ریاست پاکستان کو سونپتا ہے اور اس کا استعمال قرآن وسنت کی مقرر کردہ حدود میں کیا جائے گا۔

2۔ ریاست اپنے اختیارات عوام کے منتخب نمائندوں کے ذریعے سے استعمال کرے گی۔

3۔ اسلام میں بیان کردہ جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور سماجی انصاف کے اصولوں پر پوری طرح عمل کیا جائے گا۔

لیاقت علی خاں

Approved version not for sale

4۔ مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی قرآن وسنت میں بیان کردہ اسلامی تعلیمات کے مطابق ترتیب دے سکیں۔
5۔ اقلیتوں کے لیے اپنے مذاہب کو آزادانہ طور پر اپنانے اور ان پر عمل کرنے اور اپنی ثقافتوں کو فروغ دینے کے لیے مناسب انتظامات کیے جائیں گے۔
6۔ پاکستان ایک وفاق ہوگا۔
7۔ اس کے شہریوں کو بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے گی۔
8۔ عدلیہ آزاد ہوگی۔

دریافت کریں
لیاقت علی خاں نے قراردادِ مقاصد کے بارے میں کیا کہا؟

حاصلِ کلام (Conclusion)

قراردادِ مقاصد کو پاکستان کی آئینی تاریخ میں اہم ترین دستاویز کی حیثیت حاصل ہے۔ جس وقت یہ منظور ہوئی لیاقت علی خاں نے اسے ''اس ملک کی زندگی کا اہم ترین موقع قرار دیا اور کہا۔ اہمیت میں اس سے بڑھ کر صرف حصولِ آزادی کا موقع ہے۔''

آئین پاکستان 1956ء کی نمایاں خصوصیات

(Salient Features of the 1956 Constitution of Pakistan)

اس کی درج ذیل نمایاں خصوصیات ہیں:۔

1۔ تحریری آئین (Written Constitution)

1956ء کا آئین ایک تحریری آئین تھا جو 234 دفعات، 13 حصوں اور 6 شیڈولز پر مشتمل تھا۔

2۔ دیباچہ (Preamble)

قراردادِ مقاصد کو آئین پاکستان 1956ء کے دیباچے میں شامل کیا گیا۔

3۔ اسلامی جمہوریہ (Islamic Republic)

آئین پاکستان 1956 کے مطابق پاکستان کو اسلامی جمہوری ریاست قرار دیا گیا۔

4۔ پارلیمانی طرزِ حکومت (Parliamentary Form of Government)

آئین پاکستان 1956 نے حکومت کا پارلیمانی نظام رائج کیا۔ وزیر اعظم حکومت کا سربراہ تھا اور کابینہ کے تمام ارکان پارلیمان سے لیے جاتے تھے۔ کابینہ کے ارکان مجموعی طور پر پارلیمنٹ کو جواب دہ تھے۔

5۔ وفاقیت (Federalism)

پاکستان کو ایک وفاقی ریاست قرار دیا گیا۔

6۔ چیک اینڈ بیلنس (Checks and Balances)

برطانوی طرزِ عمل کے برعکس، آئین پاکستان 1956 کے تحت ملک کا صدر برائے نام سربراہ ریاست نہیں تھا۔ پاکستان کے آئین 1956 میں چیک اینڈ بیلنس کا نظام متعارف کرایا گیا۔

Web version of PCTB Not for sale

7۔ بنیادی حقوق (Fundamental Rights)

آئین پاکستان 1956 بنیادی حقوق بھی فراہم کرتا تھا۔ سپریم کورٹ کو بنیادی حقوق کے نفاذ کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا اور وہ کسی بھی قانون یا حکم کو بنیادی حقوق کے خلاف پائے تو کالعدم قرار دے سکتی تھی۔

8۔ یک ایوانی مقننہ (Unicameralism)

1956 کا آئین یک ایوانی تھا۔ پارلیمنٹ ایک ایوان پر مشتمل تھی جسے قومی اسمبلی کہا جاتا تھا۔ جس میں 300 ارکان تھے نصف ہر بازو (مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان) سے اور 10 خواتین تھیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

لیاقت علی خاں، خواجہ ناظم الدین، محمد علی بوگرہ، چودھری محمد علی، حسین شہید سہروردی، ابراہیم اسماعیل چندریگر اور ملک فیروز خان نون 1947ء سے 1958ء تک پاکستان کے وزرائے اعظم رہے۔

9۔ اسلامی دفعات (Islamic Provisions)

حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہے اور اسلامی تعلیمات کے منافی کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا۔

10۔ قومی زبانیں (National Languages)

1956 کے آئین میں یہ بھی قرار دیا گیا کہ بنگالی اور اُردو قومی زبانیں ہوں گی۔

11۔ عدلیہ کی آزادی (Independence of Judiciary)

1956 کے آئین نے عدلیہ کو آزادی بھی فراہم کی جہاں ججوں کا تقرر سربراہ مملکت کرتا تھا اور انھیں صرف مواخذے کے ذریعے سے ہٹایا جا سکتا تھا۔

حاصل کلام (Conclusion)

ماحصل یہ ہے کہ پاکستان کا پہلا آئین 23 / مارچ 1956ء کو منظور کر کے نافذ کیا گیا۔ اس نے پاکستان کو اسلامی جمہوریہ پاکستان قرار دیا۔ بعد ازاں یہ آئین کمزور سیاسی نظام، سماجی و اقتصادی تنازعات اور آئینی معاملات کو حل نہ کر سکنے کے باعث ناکام ہو گیا۔

Web version of PCTB Not for sale

پاکستان کے آئین 1962ء کی نمایاں خصوصیات

(Salient Features of the 1962 Constitution of Pakistan)

1962 کا آئین ایوب خاں کی طرف سے بنایا گیا جو تب پاکستان کے صدر تھے۔ اس آئین کی نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں:۔

1۔ تحریری آئین (Written Constitution)

یہ ایک تحریری آئین تھا۔ یہ 250 دفعات اور 3 شیڈولز پر مشتمل تھا۔ بعد ازاں اس میں سات ترامیم بھی کی گئیں۔

2۔ غیر لچک دار آئین (Rigid Constitution)

یہ ایک غیر لچک دار آئین تھا کیونکہ اس میں ترمیم کا طریقہ کار بہت مشکل تھا۔ مرکزی مقننہ کے ایکٹ کے ذریعے سے آئین میں ترمیم کی جا سکتی تھی۔

3۔ تفصیلی آئین(Detailed Constitution)

یہ آئین، سابق 1956 کے آئین کی نسبت زیادہ تفصیلی اور طویل تھا۔

4۔ صدارتی نظام حکومت(Presidential System of Government)

1962ء کے آئین نے حکومت کی صدارتی شکل اختیار کی جس میں صدر، ریاست کا حقیقی منتظم تھا۔

5۔ مرکزی مقننہ(Central Legislature)

آئین 1962ء کے مطابق پاکستان کی ایک مرکزی مقننہ تھی جسے پاکستان کی قومی اسمبلی کہا جاتا تھا۔ یہ 156 ارکان جو کہ ہر بازو سے نصف اور 6 خواتین پر مشتمل تھی۔

6۔ وفاقی ڈھانچا(Federal Structure)

پاکستان کو دو صوبوں مشرقی اور مغربی پاکستان پر مشتمل وفاق قرار دیا گیا۔ وفاقی ڈھانچے کی بنیاد نام نہاد برابری کے اصول پر تھی۔

7۔ مرکز اور صوبوں میں تعلق (Relation Between Center and Provinces)

مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے مابین اختیارات تقسیم کیے گئے تھے۔ مرکزی حکومت کے اختیارات کی واحد فہرست تھی اور باقی اختیارات صوبوں کو حاصل تھے۔

8۔ آئین کا اسلامی کردار(The Islamic Character of the Constitution)

اس آئین کو اسلامی آئین کہا جا سکتا ہے۔ دراصل ریاست کے نام سے لفظ ''اسلامی'' کو ہٹا دیا گیا تھا لیکن پاکستانیوں کے احتجاج کی شدت کو دیکھتے ہوئے بعدازاں اس کا اضافہ کر دیا گیا۔

9۔ بنیادی جمہوریتیں(Basic Democracies)

صدر کا انتخاب ایک الیکٹورل کالج جو ہر بازو سے نصف، نصف یونین کونسل کے منتخب ارکان پر مشتمل تھا، کے ذریعے سے ہونا تھا۔ اسے بنیادی طور پر بنیادی جمہوریتوں کا نظام کہتے ہیں۔

10۔ بنیادی حقوق(Fundamental Rights)

آئین 1962 پاکستان کے شہریوں کو مخصوص بنیادی حقوق دیتا ہے۔ یہ بنیادی انسانی حقوق ہیں جو معمولی حالات میں قانون سازی کے ذریعے سے بھی نہیں چھینے جا سکتے۔

11۔ قومی زبان(National Language)

اس آئین کے تحت پاکستان کی قومی زبانیں بنگالی اور اردو ہی رہیں۔

12۔ سپریم جوڈیشل کونسل(Supreme Judicial Council)

آئین ایک سپریم جوڈیشل کونسل کا قیام عمل میں لے کر آیا جو سپریم کورٹ کے چیف جسٹس اور ہائی کورٹ کے سینئر ترین جسٹس پر مشتمل تھی۔

13۔ پالیسی کا اصول(Principle of Policy)

آئین 1962ء میں ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول بھی شامل تھے۔

Web version of PCTB
Not for sale

پاکستان کے آئین 1973ء کی نمایاں خصوصیات
(Salient Features of the 1973 Constitution of Pakistan)

1۔ وفاقی آئین (Federal Constitution)

آئین 1973ء، وفاقی آئین ہے۔ یہ ایک مرکزی حکومت اور وفاقی اکائیوں کی حکومتیں قائم کرتا ہے جن کے نام یہ ہیں صوبہ پنجاب، سندھ، خیبر پختونخوا، بلوچستان اور گلگت بلتستان کے وفاقی انتظام کے علاقے اور آزاد جموں وکشمیر۔

2۔ پارلیمانی نظامِ حکومت (Parliamentary Form of Government)

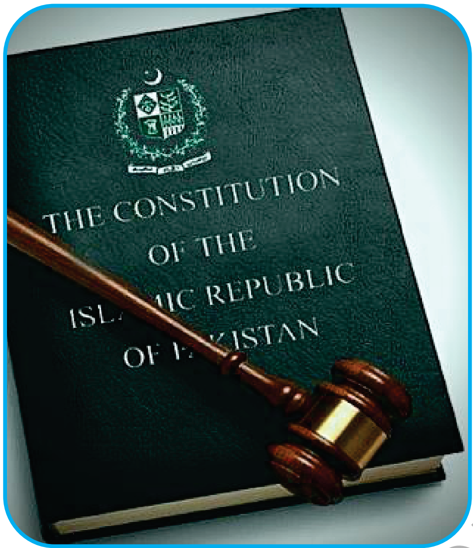

دستور پاکستان 1973ء

آئین 1973ء پارلیمانی طرزِ حکومت کا انتظام کرتا ہے۔ حکومت کی پارلیمانی شکل میں زیادہ سے زیادہ اختیارات منتخب پارلیمان اور وزیر اعظم کو حاصل ہوتے ہیں۔

3۔ دو ایوانی مقننہ (Bicameral Legislature)

آئین 1973ء پاکستان میں دو ایوانی مقننہ کا قیام عمل میں لاتا ہے۔ یہ دو ایوانوں پر مشتمل ہوتی ہے جن کے نام قومی اسمبلی (ایوان زیریں) اور سینٹ (ایوان بالا) ہیں۔

4۔ استوار آئین (Rigid Constitution)

آئین 1973ء ایک استوار آئین ہے اس لحاظ سے کہ یہ کسی بھی آئینی ترمیم کے لیے پارلیمنٹ (قومی اسمبلی اور سینٹ) کی دو تہائی اکثریت کا تقاضا کرتا ہے۔

5۔ بنیادی حقوق (Fundamental Rights)

آئین 1973ء پاکستان کے شہریوں کو بنیادی حقوق کی ضمانت دیتا ہے۔ ان میں سے کچھ شعبے درج ذیل ہیں:۔

* قانون کے سامنے تمام شہریوں کی برابری
* افراد کی جان و مال اور جائیداد کا تحفظ
* پاکستان کے کسی بھی حصے میں جائیداد کے حصول، اسے رکھنے اور اس پر تصرف کا حق
* تقریر کی آزادی
* اظہار رائے کی آزادی
* انجمن سازی کی آزادی
* مذہبی آزادی
* کوئی بھی قانونی پیشہ اختیار کرنے کا حق

6۔ قومی زبان (National Language)

آئین 1973ء اردو کو پاکستان کی قومی زبان قرار دیتا ہے۔ اس آئین میں علاقائی زبانوں کو بھی مکمل تحفظ دیا گیا ہے۔

7۔ آئین 1973ء کی اسلامی دفعات (Islamic Provisions of the Constitution of 1973)

آئین 1973ء کی اسلامی دفعات درج ذیل ہیں:۔

* حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی
* ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان
* پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام
* مسلمان کی تعریف شامل کی گئی۔ ملک کا صدر اور وزیر اعظم صرف مسلمان ہی ہوگا۔
* قوانین کو اسلامی بنانا

Web version of PCTB
Not for sale

8۔ براہِ راست طریقہ انتخاب (Direct Election System)

براہِ راست انتخابی نظام 1973 کے آئین کی ایک اور نمایاں خصوصیت ہے۔قومی اور صوبائی اسمبلی کے ارکان براہِ راست انتخاب کے ذریعے سے منتخب کیے جاتے ہیں۔

حاصل کلام (Conclusion)

حاصل کلام یہ ہے کہ قومی اسمبلی نے آئین پاکستان 1973، 10/اپریل 1973ء کو منظور کیا اور 14/اگست 1973ء کو نافذ کیا۔ 1973ء کے آئینِ پاکستان کی چند نمایاں خصوصیات وفاقی پارلیمانی، دوایوانی مقننہ اور غیر لچک دار آئین ہیں۔

ایوب خاں کے دورِ حکومت کی خصوصیات (Characteristics of Ayub Khan's Regime)

ایوب خان کے دورِ حکومت کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں:۔

فیلڈ مارشل ایوب خاں

صدارتی نظام (Presidential System)

ایوب خان نے پارلیمانی نظام کی بجائے صدارتی حکومتی نظام اپنایا۔اس نے 1962ء کا آئین نافذ کیا جو خصوصیت کے اعتبار سے صدارتی آئین تھا۔1962ء کے آئین کے تحت پاکستان کو اسلامی جمہوریہ قرار دیا گیا۔

مالیاتی پالیسیوں کا تعارف (Introduction of Monetary Policies)

ایوب خان نے حکومت کی طرف سے آزادانہ رعایت دے کر مالیاتی پالیسی (1958-59ء) متعارف کرائی۔

پانچ سالہ منصوبہ (Five Year Plan)

ایوب خاں نے پاکستان کی معیشت کے لیے پانچ سالہ منصوبہ اپنایا۔اس منصوبے میں زراعت، بھاری صنعت کی ترقی اور سائنس کو زیادہ ترجیح دی گئی۔ اس منصوبے سے پاکستان کی آمدنی میں 20 فیصد اضافہ ہوا اور زراعت کی ترقی 1.4 فیصد سے بڑھ کر 5.1 فیصد ہوگئی۔

سندھ طاس معاہدہ 1960ء

سندھ طاس معاہدہ (Indus Basin Treaty)

1960ء میں بھارت اور پاکستان کے مابین پانی کے مسئلہ کے حل کے لیے ایک معاہدہ پر دستخط کیے گئے۔

Web version of PCTB
Not for sale

1962 کا آئین ء(Constitution of 1962)

ایوب خاں نے 1962 کا آئین متعارف کرایا جو 250 دفعات اور 3 شیڈولز پر مشتمل تھا۔ اس میں صدارتی نظامِ حکومت اپنایا گیا۔

تربیلا ڈیم

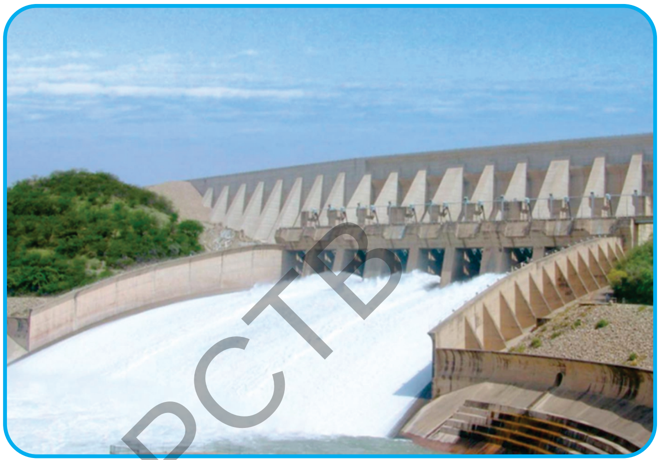

منگلا ڈیم

کامیابیاں (Achievements)

آب پاشی، کاشتکاری اور کھاد میں اضافے کی بدولت سبز انقلاب برپا ہوا۔

صنعت کاری (Industrialization)

ایوب خاں نے ملک کو صنعت کاری کی طرف گامزن کیا۔ انھوں نے پاکستان میں درمیانے اور چھوٹے درجے کی صنعتیں قائم کیں۔ اس سے روزگار کے نئے مواقع پیدا ہوئے۔

صنعتی ترقی

اسلام آباد۔ پاکستان کا نیا دارالحکومت

انتظامی اصلاحات (Administrative Reforms)

ایوب خاں نے پاکستان میں امن وامان قائم کیا۔ انھوں نے اسلام آباد کو پاکستان کا نیا دارالحکومت بنایا۔

Not for sale version of PCTB

پاک بھارت جنگ 1965ء (Indo-Pak War 1965)

بھارت نے پاکستان کے خلاف کھلی جارحیت کا ارتکاب کیا اور 6 ستمبر 1965ء کی رات پاکستان پر حملہ کر دیا۔ بھارت کی نسبت پاکستان کے پاس عسکری اور اقتصادی وسائل بہت کم تھے۔لیکن جہاد کے جذبے سے سرشار پاکستان کی مسلح افواج نے بھارتی فوج کو شکست دی۔

اسباب (Causes)

1۔ پاکستان ہندوؤں کی خواہشات کے برعکس قائم ہوا تھا۔انھوں نے کبھی پاکستان کو ایک آزاد ملک کے طور پر قبول نہیں کیا۔ پاکستان کی ترقی اور استحکام ہندوؤں کے لیے ایک بڑا مسئلہ تھا۔اس لیے انھوں نے پاکستان کے خلاف جارحانہ کارروائیاں شروع کر دیں۔

2۔ تنازعہ کشمیر پاک بھارت جنگ 1965 کا اصل سبب تھا۔ بھارت نے کشمیری عوام کی رضامندی کے خلاف کشمیر پر قبضہ کر لیا اور اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی منظور کردہ قرارداد کے مطابق کشمیر میں استصواب رائے جس کا وعدہ کیا تھا منعقد کرانے سے گریز کیا۔

3۔ بھارت نے 1962ء میں چین کے خلاف جنگ شروع کر دی اور بری طرح شکست کھائی۔ بھارت نے متنازعہ علاقے رن کچھ پر قبضہ کرنے کی کوشش کی لیکن شکست کا سامنا کرنا پڑا۔یوں بھارت نے اپنا کھویا ہوا وقار بحال کرنے کے لیے پاکستان کے خلاف جنگ شروع کر دی۔

4۔ بھارت میں عام انتخابات منعقد ہونے تھے۔کانگریس انتخابات جیتنا چاہتی تھی۔اس نے اپنے عوام سے ووٹ حاصل کرنے کے لیے پاکستان کو فتح کرنے کا فیصلہ کیا۔

اہم معلومات

رن کچھ اپنی سفید، نمکین ریت کی وجہ سے مشہور ہے اور دنیا میں سب سے بڑے نمک کے صحرا کے طور پر معروف ہے۔

Web version of PCTB
Not for sale

ایوب خاں۔سابق صدر پاکستان

جنگ کے واقعات (Events of the War)

جنگ جب شروع ہوئی تو صدر پاکستان نے ریڈیو پاکستان پر آ کر ملک میں ہنگامی حالت کا اعلان کر دیا۔قوم سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے کہا۔

"پاکستانی عوام تب تک سکون محسوس نہیں کریں گے جب تک کہ بھارتی توپوں کے دہانے مستقل طور پر

خاموش نہیں ہو جاتے۔ بھارتی حکمران نہیں جانتے کہ انھوں نے کس بہادر قوم کو للکارا ہے۔ ہمارے بہادر سپاہی دشمن کو شکست دینے کے لیے پیش قدمی کر رہے ہیں۔ پاکستان کی مسلح افواج دشمن کو منھ توڑ جواب دیں گی۔"

انھوں نے قوم کی حوصلہ افزائی کی اور کہا:۔

"مردانہ وار آگے بڑھو اور دشمن پر شدید حملہ کرو۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔"

جنگ کئی محاذوں پر پھیل گئی جیسے کہ لاہور، قصور، سیالکوٹ اور راجستھان۔ فضائی اور بحری افواج بھی جنگ میں شریک ہو گئیں۔

جنگ بندی (Ceasefire)

اقوام متحدہ کی کوششوں سے 23 ستمبر 1965ء کو جنگ بندی ہو گئی۔

جنگ کے اثرات (Effects of War)

پاکستان کو بین الاقوامی شہرت ملی اور اس نے اپنا وقار بلند کیا۔ مسئلہ کشمیر ایک مرتبہ پھر اجاگر ہوا۔ برادر اسلامی ممالک نے اس جنگ میں پاکستان کی حمایت کی جس سے پاکستانیوں کا سر فخر سے بلند ہو گیا۔

1965ء کی جنگ

Web version of PCTB
Not for sale

پاکستانی عوام کے درمیان اتحاد اور یک جہتی (Unity and Solidarity Among Pakistani People)

اس جنگ نے سیاست دانوں کا رویہ بھی بدل دیا۔ انھوں نے ایوب خاں کو اپنی غیر مشروط اور مکمل حمایت کی پیش کش کی۔ اس جنگ نے پاکستانی عوام میں اتحاد اور یکجہتی کا جذبہ پیدا کر دیا۔ پوری قوم دشمن کے خلاف لڑنے کے لیے ڈٹ کر کھڑی ہو گئی۔ ایک عام آدمی سے لے کر اعلیٰ افسر تک اور ایک مزدور سے لے کر بزنس مین تک ہر شخص نے حکومت کے ساتھ تعاون کیا۔

پاک بھارت جنگ 1971ء (Indo-Pak War of 1971)

1971ء میں بھارت نے پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کی اور مشرقی پاکستان کے بنگالی علیحدگی پسندوں کی حمایت کی جو مغربی پاکستان سے علیحدگی چاہتے تھے۔ بھارت نے زمینی، فضائی اور بحری حملہ کیا اور ڈھاکہ کو گھیرے میں لے لیا۔ پاکستانی فوج بہادری سے لڑی۔ جنگ روکنے کے لیے اقوام متحدہ نے مداخلت کی۔ 16 دسمبر 1971ء کو مشرقی پاکستان، بنگلہ دیش کے نام سے ایک آزاد ملک بن گیا۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی پاکستانی عوام کے لیے ایک صدمہ ثابت ہوئی۔

افغان جنگ (Afghan War)

1978ء میں خانہ جنگی شروع ہونے سے پہلے افغانستان محمد ظاہر شاہ کے ماتحت تھا جو 1933ء میں اقتدار میں آئے تھے۔ دوسری عالمی جنگ کے بعد امریکا اور روس دونوں نے اپنا سیاسی تسلط قائم کرنے کے لیے افغانستان کو مالی مدد فراہم کی۔ 1979ء میں سوویت یونین نے سوویت افغان دوستی کو برقرار رکھنے کے بہانے افغانستان پر حملہ کر دیا اور 1988ء میں افغانستان چھوڑ کر گیا۔ 11 ستمبر 2001ء کے حملوں جنھیں نائن الیون (9/11) حملوں کے نام سے جانا جاتا ہے، کے بعد امریکا اور اس کے اتحادی ممالک نے افغانستان پر حملہ کر دیا۔

اہم معلومات

اسلام، افغانستان کا سرکاری مذہب ہے۔

افغان جنگ

2020ء میں امریکی حکومت اور طالبان نے ایک امن معاہدے پر دستخط کیے جس میں افغانستان سے امریکی فوجیوں کے انخلا کے لیے ایک ٹائم لائن طے کر دی گئی۔ 20 سال کی جنگ کے بعد امریکی افواج نے افغانستان چھوڑ دیا۔

نئی حکومت نے دیگر ممالک کی حوصلہ افزائی کی ہے کہ وہ اپنے سفارت خانے کھلے رکھیں اور افغانستان میں کام جاری رکھنے کے لیے غیر ملکی کاروبار کریں۔

افغانستان پر جنگ کے اثرات (Effects of War onAfghanistan)

کیا آپ جانتے ہیں؟

افغانستان کی سرکاری زبانیں پشتو اور دری فارسی ہیں۔

افغان جنگ کا نتیجہ افغانستان میں غربت، خوراک کی قلت، ناقص صفائی، صحت کی دیکھ بھال تک رسائی کی کمی اور آلودگی نکلا ہے۔

دہشت گردی کے خلاف جنگ (War on Terrorism)

سرد جنگ میں 1945ء سے لے کر امریکا اور اس کے اتحادیوں اور سوویت یونین اور اس کے اتحادیوں کے درمیان تعلقات کشیدہ رہے ہیں۔ سرد جنگ کی وجہ سے 1991ء میں نئی ریاستیں بنیں۔ اس نے کچھ ریاستوں کو غیر مستحکم حالات میں چھوڑ دیا۔ سرد جنگ کا خاتمہ ایک نئے ہائی جیکر گروہ کے عروج کا باعث بنا جس نے امریکا میں خودکش حملے کیے۔ ان حملوں نے امریکا کو دہشت گردی کے خلاف لڑنے پر مجبور کر دیا۔

نائن الیون (9/11) کے بعد امریکا نے دہشت گردی کے خلاف ایک عالمگیر اتحاد قائم کیا۔ 80 سے زائد ممالک نے فوجی مدد کی پیش کش کی، 46 تنظیموں نے امریکی قیادت کے لیے اپنی حمایت کا اعلان کیا۔

افغان جنگ کے پاکستان پر اثرات (Effects of the Afghan War on Pakistan)

1۔ سب سے پہلے تو پاکستان کو افغان پناہ گزینوں کے مسئلے کا سامنا کرنا پڑا۔

2۔ دوم، پاکستان کو معاشی اور سلامتی کے مسئلہ پر بھاری قیمت چکانا پڑی۔

Web version of PCTB
Not for Sale

افواجِ پاکستان

دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاک فوج کا کردار

(The Contribution of the Pakistan Army in the War on Terrorism)

اپنے پہلے فوجی اپریشن میں پاکستانی فوج نے شمالی وزیرستان میں دہشت گردی کے خلاف کارروائی کی۔ اکتوبر 2003 میں پاکستانی فوج نے دہشت گرد عناصر کے خلاف اپنی کارروائی تیز کردی۔

1۔ وانا اپریشن (The Wana Operation)

وانا اپریشن 2004ء میں جنوبی وزیرستان میں دہشت گردوں کے خلاف ہوا۔

2۔ اپریشن شیر دل (Operation Sherdil)

اپریشن شیر دل ضلع باجوڑ میں دہشت گردوں کے خلاف ایک فوجی اپریشن تھا۔

3۔ اپریشن راہِ راست (Operation Rah-e-Rast)

اپریشن راہ راست بھی دہشت گردانہ سرگرمیوں کے خلاف تھا۔

4۔ اپریشن راہِ نجات (Operation Rah-e-Nijat)

اپریشن راہ نجات (رہائی کا راستہ) 2009ء نے ڈیرہ اسماعیل خان اور فرنٹیئر ریجن ٹینک سے 90٪ دہشت گرد عناصر کا صفایا کردیا۔

5۔ اپریشن ضربِ عضب (Operation Zarb-e-Azb)

2014ء میں شروع ہونے والے اپریشن ضرب عضب کا مرکز شمالی وزیرستان تھا۔

6۔ اپریشن ردُّ الفساد (Operation Radd-ul-Fassad)

اپریشن ردالفساد پاک فوج کی جانب سے 2017ء میں ملک بھر میں شروع کیا گیا۔ اس کا مقصد دہشت گردی کے خطرے کا خاتمہ، دیگر فوجی کارروائیوں سے حاصل ہونے والی کامیابیوں کو مستحکم کرنا اور پاکستان کی سرحدوں کی حفاظت کو مزید یقینی بنانا ہے۔ اپریشن ردالفساد نے لاہور، سیہون شریف، خیبر پختونخوا اور فاٹا سے باقی ماندہ دہشت گرد عناصر کا خاتمہ کردیا۔

Web version of PCTB
Not for sale

افواجِ پاکستان

اہم نکات (Main Points)

1۔ پاکستان کو آزادی کے بعد بہت سے ابتدائی مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔
2۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 میں ترمیم کی گئی اور اسے ملک پر نافذ کر دیا گیا کیوں کہ نوزائیدہ ریاست کے لیے کوئی آئین دستیاب نہیں تھا۔
3۔ 30 ستمبر 1947 کو پاکستان اقوامِ متحدہ کا رکن بنا۔
4۔ قراردادِ مقاصد 1949ء میں منظور ہوئی۔
5۔ قراردادِ مقاصد پاکستان کی آئینی تاریخ میں اہم ترین دستاویزات میں سے ایک ہے۔
6۔ ایوب خاں نے پاکستان میں بہت سی اصلاحات متعارف کرائیں۔
7۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کے پہلے گورنر جنرل بنے۔
8۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان نے اہم کردار ادا کیا۔

مشق

سوال نمبر 1: درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے۔

(i) آپریشن ضربِ عضب شروع کیا گیا:
(الف) 2009ء میں (ب) 2010ء میں (ج) 2012ء میں (د) 2014ء میں

(ii) قراردادِ مقاصد منظور ہوئی:
(الف) 1948ء (ب) 1949ء (ج) 1950ء (د) 1951ء

(iii) اسلام آباد کو پاکستان کا دارالحکومت بنایا:
(الف) سکندر مرزا (ب) ایوب خان (ج) یحییٰ خان (د) ذوالفقار علی بھٹو

(iv) مسئلہ کشمیر کا جائزہ لینے کے لیے اقوامِ متحدہ نے ایک نمائندہ بھارت اور پاکستان میں بھیجا۔
(الف) 1948ء (ب) 1951ء (ج) 1955ء (د) 1957ء

Web version of PCTB
Not for sale

(v) پاکستان اقوام متحدہ کا رکن بنا۔

(الف) 1947ء　(ب) 1948ء　(ج) 1949ء　(د) 1950ء

سوال 2: درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے۔

(i) قراردادِ مقاصد کی اہمیت کیا ہے؟

(ii) پاکستان کا پہلا آئین کب نافذ ہوا؟

(iii) اثاثوں کی تقسیم میں پاکستان کا حصہ کیا تھا؟

(iv) سندھ طاس معاہدے میں کون سے دریا پاکستان کو ملے ؟

(v) دہشت گردی کے خلاف جنگ کا فوری سبب کیا تھا؟

سوال 3: درج ذیل سوالات کے تفصیل سے جوابات لکھیے۔

(i) قراردادِ مقاصد کی نمایاں خصوصیات کیا ہیں؟ اس کی اہمیت پر بحث کریں۔

(ii) 1947ء میں آزادی کے بعد پاکستان کو جس سب سے بڑے مسئلہ کا سامنا کرنا پڑا، اس کا جائزہ لیں۔

(iii) آئین پاکستان 1973 کی نمایاں خصوصیات اجاگر کریں۔

(iv) پاک بھارت جنگ 1965ء کے اسباب، واقعات اور اثرات بیان کریں۔

(v) افغان جنگ اور اس کے پاکستان پر اثرات بیان کریں۔

سیکھنے کی سرگرمیاں (Learning Activities)

ٹائم لائن: تشکیل پاکستان کے بعد ہجرت کا دور، کشمیر کی جنگ، دساتیر 1956ء، 1962ء اور 1973ء، 1965ء اور 1971ء کی پاک بھارت جنگیں اور افغان جنگ سے دہشت گردی کے خلاف جنگ تک کے وقت کی وضاحت کے لیے ٹائم لائن استعمال کریں۔

کلاس ڈسکشن

* 1956 کے آئین کی ناکامی کے پیچھے وجوہات کے بارے میں دریافت کرنے کے لیے بحث کا انتظام کریں۔
* افغان جنگ کے پاکستان پر اثرات دریافت کرنے کے لیے بحث کا انتظام کریں۔

پروجیکٹ I

* کلاس کو گروہوں میں تقسیم کریں۔ ہر گروہ سے کہیں کہ وہ کتابوں اور انٹرنیٹ سے پاکستان کی سماجی و معاشی تاریخ پر دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نتائج کے بارے میں معلومات اکٹھی کرے۔ ہر گروہ اپنے نتائج کو سمجھنے اور مزید بحث کے لیے پوری کلاس کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔

پروجیکٹ II

دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاک فوج کے کردار کی وضاحت کے لیے پوسٹرز کا استعمال کریں۔

پروجیکٹ III

ایوب خاں کے دورِ حکومت کے چند اہم سنگ میلوں کو درج کرنے کے لیے کلاس کو گروپ کی سرگرمی میں شامل کریں۔

Web version of PCTB
Not for sale